وزارت اسلامی امور و اوقاف و دعوت وارشاد کی شائع کردہ

مسئلہ میلاد اسلام کی نظر میں

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابی بکر جابر الجزائری

ترجمہ

سید محمد غیاث الدین مظاہری

شعبہ مطبوعات ونشر وزارت کے زیر نگرانی طبع شدہ

۱۴۱۶ھ

الإنصاف

فيما قيل في المولد من الغلو والإجحاف

تأليف

الشيخ أبو بكر جابر الجزائري

باللغة الأردية

طبع ونشر

وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

المملكة العربية السعودية

ردمك ٣-٥٧-٠٢٩-٩٩٦٠

وزارت اسلامی امور و اوقاف و دعوت وارشاد کی شائع کردہ

مسئلہ میلاد اسلام کی نظر میں

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابی بکر جابر الجزائری

ترجمہ

سیّد محمد غیاث الدین مظاہری

شعبہ مطبوعات ونشر وزارت کے زیر نگرانی طبع شدہ

١٤١٦ھ

ح وزارة الشئون الإسلامية ،١٤١٦ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

الجزائري ، أبوبكر

الإنصاف فيما قيل في المولد .

٩٦ ص ، ١٦,٥ x ١١,٧ سم

ردمك ٣-٠٥٧-٢٩-٩٩٦٠

النص باللغة الأردية

١- التوحيد ٢- العقيدة الإسلامية ٣- الصلاة أ- العنوان

ديوي ٢٤٠ ١٦/١١٠١

رقم الإيداع : ١٦/١١٠١

ردمك ٣-٠٥٧-٢٩-٩٩٦٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ و الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ ، اما بعد

بارگاہِ نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے احترام و تعظیم کی وجہ سے میلاد نبوی کے موضوع پر لکھنے میں مجھے بہت تردّد رہا ، لیکن جب اس سلسلہ میں مسلمان ایک دوسرے کو کافر بنانے لگے اور باہم لعنت کرنے لگے تو میں یہ رسالہ لکھنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ شاید یہ اس فتنہ کی روک تھام کر سکے جو ھر سال ابھارا جاتا ہے اور جس میں کچھ مسلمان ہلاک و برباد ہوتے ہیں ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ .

میں نے ماہ میلاد ربیع الاول سے کچھ پہلے بی۔بی۔سی لندن کے نشریہ سے یہ خبر سنی کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم

شیخ عبدالعزیز بن باز ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو میلاد نبوی کی محفل کریں اس خبر نے عالمِ اسلام کو غیظ و غضب سے بھر دیا، میں یہ جھوٹی اور خوفناک خبر سن کر حیرت میں پڑ گیا، کیوں کہ حضرت مفتی صاحب[1] کا جو قول مشہور و معروف ہے وہ یہ ہے کہ میلاد بدعت ہے اور وہ اس سے منع فرماتے ہیں، جو شخص میلاد کی یادگار منائے یا اس کی محفل قائم کرے وہ اس کی تکفیر نہیں کرتے غالبًا یہ ان رافضیوں کا مکر و کید ہے جو مملکت سعودیہ سے بغض رکھتے ہیں کیونکہ وہاں بدعت و خرافات اور شرک و گمراہی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

بہر حال معاملہ اہم ہے اور اہلِ علم پر لازم ہے کہ وہ اس اہم مسئلہ کے متعلق حق بات کو واضح کریں، جس سے یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ مسلمان باہم ایک دوسرے سے بغض رکھنے لگے ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں، کتنے لوگ از راہِ خیر خواہی مجھ سے کہتے ہیں کہ: فلاں شخص کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا

---

[1] حضرت مفتی شیخ عبدالعزیز بن باز نے بدعت مولود کے ردّ و انکار میں کئی مضامین لکھے ہیں، لیکن کہیں بھی مولود کرنے والوں کو کافر نہیں کہا ہے۔ بی۔ بی۔ سی لندن کی خبر محض جھوٹ اور افواہ ہے، جو فتنہ پھیلانے کے لئے گھڑی گئی ہے، ورنہ تو مفتی صاحب کی تحریریں موجود ہیں انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

ہوں، کیوں کہ وہ محفلِ مولود کا منکر ہے، مجھے اس کی اس بات سے تعجب ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ جو شخص بدعت کا انکار کرے اور اس کو ترک کرنے کو کہے، کیا مسلمان اس کو دشمن بنا لیتے ہیں ؟ انہیں تو لازم تھا کہ اس سے محبت کرتے نہ یہ کہ اس سے بغض کرتے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں کے درمیان اس کی اشاعت کی جاتی ہے کہ جو لوگ مولود کی بدعت کا انکار کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں اور آپ سے محبت نہیں کرتے، حالانکہ یہ بدترین جرم اور گناہ ہے جو کسی ایسے بندہ سے کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو ؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا یا آپ سے محبت نہ کرنا کھلا ہوا کفر ہے، ایسے شخص کو اسلام سے ذرا بھی نسبت باقی نہیں رہ جاتی، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ انہیں اسباب کی بناء پر میں نے یہ رسالہ لکھا تاکہ ایک اعتبار سے تو وہ ذمہ داری ادا ہو جائے جو حق کے واضح کرنے کی عائد ہوتی ہے اور دوسرا میری یہ خواہش بھی تھی کہ ہر سال ابھرنے والے اور اسلام کی آزمائش میں اضافہ کرنے والے اس فتنہ کی روک تھام ہو۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

ایک اہم علمی مقدمہ

شریعت اسلامیہ میں میلاد نبوی کا حکم معلوم کرنے کے لئے جو شخص اس رسالہ کا مطالعہ کرے میں اسے انتہائی خیر خواہی کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ وہ اس مقدمہ کو بہت ہی توجہ کے ساتھ کئی مرتبہ ضرور پڑھ لے، یہاں تک کہ اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لے، اگرچہ اس کو دس مرتبہ ہی کیوں نہ پڑھنا پڑے، اور اگر نہ سمجھ میں آئے تو کسی عالم سے خوب سمجھ کر پڑھ لے تاکہ کوئی غلطی نہ رہ جائے، کیوں کہ اس مقدمہ کا سمجھنا صرف مسئلہ مولود کے لئے ہی نہیں مفید ہے بلکہ یہ بہت سے دینی مسائل میں مفید ہے۔ جس میں لوگ عام طور سے اختلافات کرتے رہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے یا سُنّت، اور اگر بدعت ہے تو بدعتِ ضَلالت ہے یا بدعتِ حسنہ ؟

میں انشاء اللہ قارئین کے سامنے تفصیل سے بیان کروں گا اور اشارات کو قریب کروں گا، اور مثالوں سے وضاحت کروں گا، اور

معنی ومراد کو قریب لانے کی کوشش کروں گا، تاکہ قاری اس مقدمہ کو سمجھ لے، جو پیچیدہ اختلافی مسائل کے سمجھنے کے لئے کلید ہے کہ آیا وہ دین وسنت ہیں جو قابل عمل ہیں یا گمراہی اور بدعت ہے جس کا ترک کرنا اور جس سے دور رہنا ضروری اور واجب ہے۔

اب اللہ کا نام لے کر یہ کہتا ہوں کہ اے میرے مسلمان بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور ان پر لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے اپنی کتاب قرآن کریم نازل فرمائی تاکہ لوگ اس سے ھدایت یاب ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابی و سعادت حاصل کریں، ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ	اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے، سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے، اور انہوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا، سو ایسوں کو اللہ اپنی رحمت میں داخل کریں گے، اور اپنے فضل

وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا [1]	میں، اور اپنے تک ان کو سیدھا راستہ بتلا دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی ہدایت اور اصلاح جس سے روح میں کمال اور اخلاق میں حسن و فضیلت حاصل ہو اس وحی الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتی جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں جلوہ گر ہے، کیوں کہ اللہ تعالےٰ احکام کی وحی فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تبلیغ فرماتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں اور اہلِ ایمان اس پر عمل کرتے ہیں، اور اس طرح وہ کمال و سعادت کی نعمت سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ اے معزز قاری! ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ ہدایت اور اصلاح کے بعد اس راستہ کے سوا کوئی اور راستہ کمال و سعادت کے حصول کا نہیں ہے، اور وہ راستہ ہے وحی الٰہی پر عمل کرنا جو کتاب و سنت میں موجود ہے۔

محترم قارئین! اس کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سارے

---

[1] سورۃ نساء آیت ۱۷۴، ۱۷۵۔ بہت سے مفسرین کے نزدیک آیت میں "برھان" سے مراد نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں، اور "نور" سے مراد قرآن کریم ہے۔

جہان کا رب ہے، یعنی ان کا خالق و مربی اور ان کے تمام معاملات کی تدبیر و انتظام کرنے والا اور ان کا مالک ہے، سارے لوگ اپنے وجود میں اور اپنی پیدائش میں، اپنے رزق و امداد میں اور تربیت و ھدایت اور اصلاح میں دونوں جہاں کی زندگی کی تکمیل و سعادت کے لئے اس کے محتاج محض ہیں، اللہ تعالی نے تخلیق کے کچھ قوانین مقرر فرمائے ہیں، انہی قوانین کے مطابق وہ انجام پاتی ہے اور وہ قانون ہے نر اور مادہ کے باہم اختلاط کا، اسی طرح اللہ تعالے نے مخلوق کی ھدایت اور اصلاح کا بھی قانون مقرر فرمادیا ہے اور جس طرح تخلیق کا عمل بغیر اس قانون کے نہیں انجام پا سکتا جو لوگوں میں جاری ہے اسی طرح ھدایت اور اصلاح کا کام بھی اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہی انجام پاتا ہے اور وہ قانون ہے ان احکام و تعلیمات پر عمل کرنا جو اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر مشروع فرما دیا ہے، اور ان کو اس طریقہ کے مطابق نافذ اور جاری کرنا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اسی سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ کوئی بھی ایسی ھدایت یا سعادت یا کمال جو اللہ تعالیٰ کے مشروع کئے ہوئے طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے

آئے کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہے۔

تم باطل دین والوں کو مثلاً یہود و نصاری اور مجوسیوں وغیرہ کو دیکھتے ہو تو کیا یہ سب راہِ ھدایت پا گئے ھیں یا کمال و سعادت سے حصہ پا چکے ہیں؟ ہرگز نہیں اور وجہ ظاہر ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے طریقے نہیں میں اسی طرح ہم ان قوانین کو دیکھتے ہیں جن کو انسانوں نے عدل و انصاف کے حصول، لوگوں کے مال و جان، ان کی عزت و آبرو کی حفاظت اور ان کے اخلاق کی تکمیل کے لئے بنائے ھیں کیا یہ قوانین جس مقصد کے لئے بنائے گئے تھے وہ مقصد حاصل ہوئے؟ جواب یہ ہے کہ نہیں، کیوں کہ زمین جرائم اور ہلاکت خیزیوں سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح امت اسلامیہ کے اندر اہل بدعت کو دیکھتے ہیں، بدعتیوں میں بھی زیادہ پست اور گھٹیا درجہ کے لوگ ہیں، نیز اسی طرح اور بھی اکثر مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ جب وہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون سے ہٹ کر انسان کے بنائے ہوئے قانون کی طرف مائل ہوئے تو ان کے اندر اختلاف پیدا ہو گیا، ان کا مرتبہ گھٹ گیا اور وہ ذلیل و رسوا ہو گئے، اور اس کا سبب یہی ہے کہ یہ لوگ وحی الٰہی کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر عمل کرتے ھیں

غور سے سنو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ شریعت اسلامیہ کے علاوہ ہر قانون و شریعت کی کیسی مذمت فرما رہے ہیں، ارشاد ہے:

شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ [1]	جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے، جس کی خدا نے اجازت نہیں دی اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قولِ فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد[2] (جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ رد ہے (یعنی مقبول نہیں ہے) اور فرمایا" ومن عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد" (اور جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ رد ہے یعنی مقبول نہیں ہے) اور اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس امر کو مشروع نہیں فرمایا ہے وہ عمل نفس کے تزکیہ و تطہیر میں مؤثر نہیں ہو سکتا، کیوں کہ وہ تطہیر و تزکیہ کے اس مادہ سے خالی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان اعمال میں پیدا فرمایا ہے، جن

---

[1] سورہ شوریٰ آیت: ۲۱۔ [2] راوہ مسلم۔

کو مشروع کیا ہے اور جن کے کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اناج، پھلوں اور گوشت کے اندر کس طرح غذائیت کا مادہ پیدا فرما دیا ہے، لہذا ان کے کھانے سے جسم کو غذا ملتی ہے جس سے جسم کی نشوونما ہوتی ہے اور قوت کی حفاظت ہوتی ہے اور مٹی لکڑی اور ھڈی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو غذائیت کے مادہ سے خالی رکھا ہے۔ اس لئے یہ غذائیت نہیں پہنچاتیں، اس سے یہ بات ظاھر ہوگئی کہ بدعت پر عمل کرنا ایسا ہی ہے، جیسے مٹی، ایندھن اور لکڑی سے غذائیت حاصل کرنا، اگر ان چیزوں کا کھانے والا غذائیت حاصل نہیں کر سکتا تو بدعت پر عمل کرنے والے کی روح بھی پاک وصاف نہیں ہو سکتی اس بناء پر ھر ایسا عمل جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت کی جائے تاکہ شقاوت ونقصان سے نجات اور کمال وسعادت حاصل ہو، سب سے پہلے ان اعمال میں سے ہونا چاہیئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر مشروع فرمایا ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ اسی طریقہ سے ادا کیا جائے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا ہے، اس میں اس کی کمیت کی رعایت اس طرح ہو کہ اس کی تعداد میں زیادتی ہو اور نہ کمی، اور کیفیت کی

رعایت اس طرح ہو کہ اس کے کسی جزء کو کسی جزء پر مقدم و مؤخر نہ کیا جائے ، اور وقت کی رعایت اس طرح ہو کہ وقت غیر معینہ میں اس کو نہ کرے اور جگہ کی بھی رعایت ہو کہ جس جگہ کو شریعت نے مقرر کر دیا ہے اس کے علاوہ اس کو دوسری جگہ ادا نہ کرے، اور کرنے والا اس سے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کی رضا و خوشنودی اور قرب کے حصول کی نیت کرے اس لئے کہ ان شروط میں سے کسی ایک کے نہ پائے جانے سے وہ عمل باطل ہو جائے گا ، وہ شروط یہی ہیں کہ وہ عمل مشروع ہو اور اس کو اسی طریقہ سے ادا کرے جس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا ہے اور اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت رکھے کہ غیر اللہ کی طرف توجہ اور التفات نہ کرے ، اور جب عمل باطل ہو جائے گا تو وہ نفس کے تزکیہ اور تطہیر میں مؤثر نہیں ہو گا، بلکہ ممکن ہے کہ اس کی گندگی اور نجاست کا سبب بن جائے ، مجھے مہلت دیجئے تو میں یہ حقیقت ذیل کی مثالوں سے واضح کر دوں :

۱ ۔ نماز، کتاب اللہ سے اس کی مشروعیت ثابت ہے ، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ	پس نماز کو قاعدے کے موافق پڑھنے

الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا [1]	لکو. یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔

اور سنت سے بھی ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خمس صلوات کتبهن اللہ[2]" الحدیث (پانچ نمازیں ہیں اللہ نے انہیں فرض کیا ہے) اب غور کرو کہ کیا بندہ کے لئے یہ کافی ہے کہ جس طرح چاہے اور جب چاہے اور جس وقت چاہے اور جس جگہ چاہے نماز پڑھ لے۔ جواب یہ ہے کہ نہیں! بلکہ دوسری حیثیتوں یعنی تعداد و کیفیت اور وقت وجگہ کی رعایت بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر مغرب میں جان بوجھ کر، ایک رکعت کا اضافہ کر کے چار رکعت پڑھ لے تو نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر فجر کی نماز میں ایک رکعت کم کر کے ایک ہی رکعت پڑھے تو وہ بھی صحیح نہیں، اور اسی طرح اگر کیفیت کی رعایت نہ کرے کہ ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کر دے تو بھی صحیح نہیں، اور اسی طرح وقت اور جگہ کا بھی حال ہے کہ اگر مغرب غروب آفتاب سے پہلے پڑھ لے یا ظہر زوال سے پہلے پڑھ لے تو نماز صحیح نہ ہوگی، اسی طرح اگر مذبح یا کوڑی خانہ میں نماز پڑھے تو بھی نماز

---

[1] سورۃ نساء آیت: ۱۰۳ [2] رواہ مالک۔

صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اس کے لئے جیسی جگہ شرط ہے یہ ویسی جگہ نہیں ہے۔

۲۔ حج، اس کی بھی مشروعیت کتاب وسنت دونوں سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا [1]	اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک جانے کی۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو" [2] اب یہ دیکھو کہ کیا بندہ کو یہ حق ہے کہ جس طرح چاہے اور جب چاہے حج کرلے؟ یہاں بھی جواب نہیں میں ہے، بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ چاروں حیثیتوں کی رعایت کرے ورنہ تو اس کا حج صحیح نہ ہوگا، یعنی کمیت (مقدار) کی، پس طواف اور سعی میں شوط کے عدد کی رعایت کرے، اگر عمداً اس میں کمی یا زیادتی کی تو وہ فاسد ہو جائے گا، اور کیفیت کی، چنانچہ اگر طواف احرام سے پہلے کرلیا، یا سعی طواف سے پہلے کرلی تو حج صحیح

---

[1] سورۃ آل عمران آیت ۹۷۔ [2] رواہ مسلم وغیرہ۔

نہ ہو گا، اور وقت کی، چنانچہ اگر وقوف عرفہ ۹ ذی الحجہ کے علاوہ کسی اور وقت ہو تو حج صحیح نہ ہو گا، اور جگہ اور مقام کی، چنانچہ اگر بیت الحرام کے سوا کسی اور جگہ کا طواف کرے یا صفا و مروہ کے علاوہ کسی دوسری دو جگہوں کے درمیان سعی کرے یا عرفہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ وقوف کرے تو حج نہ ہو گا۔

۲۔ روزہ، یہ بھی عبادت مشروعہ ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اس کا حکم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ [1]	اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اس کو یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اس کو دیکھ کر افطار کرو پس اگر بادل ہو جائے تو شعبان کو تیس دن پورا کرلو [2]" اب کیا بندہ کو یہ حق حاصل ہے جس طرح چاہے اور جب چاہے روزہ رکھے، جواب نہیں میں ہے، بلکہ چاروں حیثیتوں کی رعایت ضروری ہے، یعنی کمیت (مقدار) کی، پس اگر انتیس یا تیس سے کم رکھے گا تو روزہ صحیح نہ ہو گا، اسی طرح اگر ایک دن یا کئی دن کا اضافہ کرے گا، تب بھی صحیح نہ ہو گا، کیوں کہ

---

[1] سورۃ بقرۃ آیت: ۱۸۳۔ [2] بخاری و مسلم۔

اس نے مقدار اور تعداد میں خلل پیدا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ " (اور تاکہ تم شمار پورا کرو) اسی طرح کیفیت کی رعایت بھی ضروری ہے، اگر اس میں بھی اس نے تقدیم و تاخیر کر دی کہ رات میں روزہ رہا اور دن میں افطار کیا تو یہ بھی صحیح نہیں اور زمانہ کی بھی رعایت ضروری ہے، چنانچہ اگر رمضان کے بدلہ شعبان یا شوال میں روزہ رہا تو یہ بھی صحیح نہیں اور جگہ اور مکان کی بھی رعایت ضروری ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے، جو روزہ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، لہٰذا اگر حائض یا نفاس والی عورت روزہ رکھے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

اسی طرح تمام عبادات کا حال ہے کہ اسی وقت صحیح اور قبول ہوتی ہیں جب ان کے تمام شرائط کی رعایت کی جائے، اور وہ شرائط یہ ہیں:

۱۔ یہ کہ ان کی مشروعیت وحی الٰہی سے ہوئی ہو، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد[1] " (جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ رد ہے) یعنی قابلِ قبول نہیں ہے۔

---

[1] مسلم۔

۲ ۔ یہ کہ اس کو صحیح طور پر ادا کرے اور چاروں حیثیات یعنی کمیت و مقدار یعنی عدد اور کیفیت یعنی وہ طریقہ جس کے مطابق وہ عبادت ادا کی جائے اور زمانہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور جگہ جو اس کے لئے متعین کی گئی ہے اس کا لحاظ اور اس کی رعایت ہو ۔

۳ ۔ اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اس میں کسی اور کو خواہ وہ کوئی بھی ہو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے ، اے مسلمان بھائی ! اس وجہ سے بدعت باطل اور گمراہی ہے ، باطل تو اس لئے ہے کہ وہ روح کو پاک نہیں کرتی ، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشروع کی ہوئی نہیں ہے ، یعنی اس کے لئے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں ہے ، اور ضلالت و گمراہی اس لئے ہے کہ بدعت نے بدعتی کو حق سے بھٹکا دیا اور اس شرعی عمل سے اس کو دور کر دیا جو اس کے نفس کا تزکیہ کرتا اور جس پر اس کا پروردگار اس کو جزا و ثواب عطا کرتا ۔

تنبیہ : برادر مسلم ! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو عبادت کتاب و سنت سے مشروع ہے یعنی جس کے لئے اللہ و رسول کا حکم ہے کبھی کبھی اس میں بدعت خواہ اس کی کمیت میں یا اس کی کیفیت یا زمان و مکان میں داخل ہوجاتی ہے ، اور وہ اس عبادت کرنے والے کے عمل کو غارت کر دیتی ہے اور اس کو ثواب سے

محروم کردیتی ہے، یہاں پر ہم آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتے ہیں "ذکر اللہ" ایک عبادت ہے جو کتاب وسنت سے مشروع ہے، اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے " یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا " (اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ " اس شخص کی مثال جو ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی مثال ہے[1]" اور اس کی مشروعیت کے باوجود بہت سے لوگوں کے یہاں اس میں بدعت داخل ہوگئی ہے، اور اس بدعت نے ان کے ذکر کو تباہ کردیا اور ان کو اس کے ثمرہ اور فائدہ یعنی تزکیۂ نفس، صفائے روح اور اس پر ملنے والے اجر وثواب اور خوشنودی الٰہی سے ان کو محروم کردیا، کیوں کہ بعض لوگ غیر مشروع الفاظ سے ذکر کیا کرتے ہیں مثلاً "اسم مفرد" اللہ، اللہ، یا "ضمیر غائب مذکر" ھو، ھو، ھو سے ذکر کرنا، اور بعض لوگ دسیوں مرتبہ حرف ندا کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور اس سے کچھ سوال ودعا نہیں کرتے، اس طرح جیسے یالطیف، یالطیف، یالطیف اور بعض آلات طرب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور بعض لوگ الفاظ مشروعہ مثلاً "لا اِلٰہ اِلا اللہ" کے ساتھ ہی ذکر کرتے ہیں لیکن جماعت بنا کر ایک آواز

---

[1] بخاری، اور مسلم کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے " اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، اور اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا، زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

کرتے ہیں یہ ان چیزوں میں سے ہے کہ جس کو شارع نے نہ خود کیا نہ اس کے کرنے کا حکم دیا، اور نہ اس کی اجازت دی، ذکر تو ایک فضیلت والی عبادت ہے، لیکن اس کی کمیت اور کیفیت اور ہیئت و شکل میں جو بدعت داخل ہوگئی اس کی وجہ سے اس کا کرنے والا اس کے اجر و ثواب سے محروم ہوگیا۔

اب آخر میں معزز قارئین کے سامنے اس مفید مقدمہ کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ: بندہ جس عمل کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے تاکہ دنیا میں فضائل نفس کی تکمیل اور اپنے معاملہ کی درستگی کر لینے کے بعد آخرت میں اللہ کے عذاب سے نجات پائے اور اس کے قرب میں ہمیشہ والی نعمت سے سرفراز ہو، وہ عمل اور عبادت وہی ہوسکتی ہے جو مشروع ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کا حکم فرمایا ہو یا اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی جس کی ترغیب دی ہو اور یہ کہ مومن اس کو صحیح طریقہ سے ادا کرے اور چاروں حیثیات یعنی کمیت[۱] اور کیفیت[۲] اور زمان[۳] اور مکان[۴] کی رعایت کرے اور ساتھ ہی اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص بھی ہو۔ پس اگر عبادت کی مشروعیت وحی الٰہی سے ثابت نہیں ہے تو وہ بدعت اور ضلالت ہے اور اگر مشروع ہے لیکن اس کی ادائیگی

میں خلل اور رخنہ ہے کیوں کہ اس میں اس کی چاروں حیثیات کی رعایت نہیں ہے یا اس میں بدعت داخل ہوگئی ہے تو بھی وہ قربت فاسدہ اور عبادت فاسدہ ہے اور اگر اس میں شرک کی آمیزش ہوگئی تو پھر وہ غارت ہو جانے والی اور بالکل باطل عبادت ہے جس سے نہ کوئی راحت پہنچ سکتی ہے اور نہ وہ کوئی بلا اور مصیبت دور کر سکتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

مفید تکملہ

سُنّت اور بدعت کا بیان

بدعت کی تعریف سے پہلے سنت کی تعریف ضروری ہے کیوں کہ سنت کا تعلق فعل اور عمل سے ہے اور بدعت کا تعلق ترک سے ہے اور فعل ترک پر مقدم ہوتا ہے، نیز سنت کی تعریف سے بدعت کی تعریف بھی بدیہی طور پر معلوم ہو جائے گی۔

سُنّت کیا ہے؟ سنت کے معنی لغت میں ہیں "طریقہ متبعہ" (وہ طریقہ جس کی اتباع کی جائے) اس کی جمع "سنن" ہے، اور شریعت میں سنت سے مراد وہ اچھے طریقے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کے لئے اللہ کے حکم سے مشروع فرمائے ہیں، نیز وہ آداب و فضائل جن کی آپ نے ترغیب

دی ہے تاکہ ان سے آراستہ ہو کر کمالات و سعادت حاصل ہو، پس اگر وہ سنت ایسی ہے کہ آپ نے اس کے انجام دینے اور اس کی پابندی کا حکم فرمایا ہے تو وہ ان سنن واجبہ میں سے ہے جن کا ترک کرنا مسلمان کو جائز نہیں ہے، ورنہ تو وہ سنن مستحبہ ہیں جن کے کرنے والے کو ثواب ہوگا اور اس کے ترک کرنے والے کو عقاب نہ ہوگا۔

یہ بھی جان لینا چاہئے کہ جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے سنت کا ثبوت ہوتا ہے، اسی طرح آپ کے فعل اور تقریر (یعنی آپ کے سامنے کسی نے کوئی فعل کیا اور آپ اس پر خاموش رہے) سے بھی سنت ثابت ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی فعل کیا اور پابندی کے ساتھ اس کو بار بار آپ کرتے رہے تو وہ فعل امت کے لئے سنت ہو جائے گا مگر یہ کہ کسی دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فعل آپ کی خصوصیات میں سے ہے، مثلاً آپ کا متواتر روزے رکھنا، اور اگر آپ نے صحابہ کے درمیان کوئی چیز دیکھی یا سُنی اور وہ چیز کئی مرتبہ ہوئی اور آپ نے اس کی نکیر نہیں فرمائی تو وہ بھی سنت ہو جائے گی، کیوں کہ آپ نے اس کی تقریر اور تثبیت فرمادی، لیکن اگر یہ فعل، اور دیکھنا اور سننا بار بار نہ ہو تو یہ سنت نہ ہوگا، کیوں کہ "سنت"

کا لفظ تکرار سے مشتق ہے اور غالبًا وہ "سَنَّ السکین" (یعنی چھری کو دھار بنانے والے اوزار پر بار بار رکھا یہاں تک کہ وہ دھار والی ہو گئی) سے ماخوذ ہے۔

جو کام آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کیا اور پھر دوبارہ اس کو نہیں کیا اور وہ فعل سنّت نہیں ہوا اس کی مثال یہ ہے کہ آپ نے بغیر کسی عذر سفر یا مرض یا بارش کے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔ اسی لئے یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک قابلِ اتباع سنت نہیں ہے۔ جو کام آپ کے سامنے ایک مرتبہ کیا گیا اور آپ اس پر خاموش رہے اور اس کو برقرار رکھا، جس کی وجہ سے وہ ایسی سنت نہ قرار پائی جس پر مسلمان عمل کریں، اس کی مثال یہ واقعہ ہے کہ ایک عورت نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سفر سے سلامتی کے ساتھ واپس لایا تو وہ اس خوشی میں اپنے سر پر دف رکھ کر بجائے گی۔ چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا[1] اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ روک کر اس کو برقرار رکھا لیکن چونکہ یہ ایک ہی بار ہوا اس لئے یہ عمل سنت نہیں قرار پایا، کیونکہ یہ بار بار نہیں ہوا۔

---

[1] ابوداؤد و ترمذی۔

اور اس کی مثال، کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار کیا اور وہ بلا کسی نکیر کے سنت بن گیا جس پر مسلمان عمل کرتے ہیں وہ فرض نماز کے بعد صف کے سامنے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنا چہرہ کرکے بیٹھنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کی اس ہیئت کا حکم نہیں فرمایا، لیکن آپ نے اس کو کیا اور سیکڑوں بار کیا، اس لئے یہ ہر امام جو لوگوں کو نماز پڑھائے اس کے لئے سنت بن گیا۔

اور اس کی مثال کہ جس کو آپ نے بار بار دیکھا اور سنا، اور اس کو برقرار رکھا اس لئے وہ عمل سنت ہوگیا، جنازہ کے آگے اور اس کے پیچھے چلنا ہے، کیونکہ آپ صحابہ کو دیکھتے تھے کہ بعض حضرات جنازہ کے پیچھے چل رہے ہیں اور بعض اس کے آگے، اور آپ نے یہ بار بار دیکھا، اور خاموش رہے، اس طرح اس عمل کو برقرار رکھا، اس لئے جنازہ کے پیچھے اور اس کے آگے چلنا ایک سنت بن گیا جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میرے بھائی! جیسا کہ بیان ہوا یہی سنّت ہے اس کو ہمیشہ یاد رکھو اور اسی کے ساتھ چاروں خلفائے راشدین، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت کو بھی ملا لو، کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فعليكم بسنتي وسنة

الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي عضوا عليها بالنواجذ"[1]
(تمہارے اوپر میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اس کو دانت سے پکڑ لو۔)

بدعت اب رہی بدعت تو یہ سنت کی نقیض اور ضد ہے جو "إبتدع الشئ" (بغیر کسی پہلی مثال کے کوئی نئی چیز نکالنا) سے مشتق ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ہر اس چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مشروع نہ فرمایا ہو، خواہ وہ عقیدہ ہو یا قول یا فعل ہو اور آسان عبارت میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ بدعت ہر وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے زمانہ میں دینی حیثیت سے نہ رہی ہو کہ اس کے ذریعہ اللہ کی عبادت اور اس کا قرب حاصل کیا جاتا ہو، خواہ عقیدہ ہو یا قول وعمل اور خواہ اس کو کتنا ہی تقدس دینی اور قربت و طاعت کا رنگ دیا گیا ہو۔

اب ہم بدعت اعتقادی، بدعت قولی، اور بدعت عملی میں سے ہر ایک کی مثال دے کر بدعت کی حقیقت واضح کریں گے۔

واللہ یھدي من یشاء إلی صراط مستقیم ۔

---

[1] ابوداؤد و ترمذی ۔

بدعت اعتقادی کی مثال | بہت سے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ اولیاء اللہ کا بھی اس دنیا سے متعلق ایک انتظامی نظام ہے جو "خفیہ حکومت" سے بہت زیادہ مشابہ ہے جس کے ذریعہ معزولی و تقرری، عطا و منع، ضرر و نفع کے کام انجام پاتے ہیں اور یہ لوگ اقطاب و ابدال کہلاتے ہیں اور بہت مرتبہ ہم نے لوگوں کو اس طرح فریاد کرتے سنا کہ لے انتظام عالم سے تعلق رکھنے والے مردان خدا! اور اے اصحاب تصرفات!

اسی طرح یہ اعتقاد کہ اولیاء کی ارواح اپنی قبروں میں، ان لوگوں کی شفاعت کرتی ہیں اور ان کی ضروریات پوری کرتی ہیں جو ان کی زیارت کو جاتے ہیں، اسی واسطے وہ لوگ ان کے پاس اپنے مریضوں کو لے جاتے ہیں تاکہ ان سے شفاعت کروائیں، وہ لوگ کہتے ہیں کہ "جو شخص اپنے معاملات سے تنگ اور عاجز آگیا ہو تو اس کو اصحابِ قبور کے پاس آنا چاہئے" اسی طرح یہ عقیدہ کہ اولیاء اللہ غیب کی باتیں جانتے ہیں اور لوح محفوظ میں دیکھ لیتے ہیں اور ایک قسم کا تصرف کیا کرتے ہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ اسی لئے وہ ان کے لئے محفلیں قائم کرتے ہیں، اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور خاص خاص رسومات کے ساتھ ان کا عرس مناتے ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی اعتقادی بدعتیں ہیں، جو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود نہیں تھیں اور نہ صحابہ کے زمانہ میں، اور نہ ان تین زمانوں میں جس کے صلاح وخیر کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں شہادت ہے کہ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم"[1] (بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا جو ان سے متصل ہیں پھر ان کا جو ان سے متصل ہیں)۔

بدعت قولی اس کی مثال اللہ تعالےٰ سے اس طرح سوال کرنا ہے کہ اے اللہ! بجاہ فلاں اور بحق فلاں ہماری دعا قبول فرما لے، اس طرح دعا کرنے کی عام عادت ہوگئی ہے، جس میں چھوٹے، بڑے اول و آخر اور جاہل و عالم سب مبتلا ہیں، اس کو لوگ بہت بڑا وسیلہ سمجھتے ہیں، کہ اس پر اللہ تعالےٰ وہ چیزیں عطا فرماتے ہیں، جو دوسرے طریقہ سے نہیں عطا فرماتے۔ اس وسیلہ کے انکار کی کوئی شخص جرأت بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ ایسا شخص دین سے خارج اور اولیاء وصالحین کا دشمن سمجھا جاتا ہے جب کہ یہ بدعت قولیہ جس کا نام وسیلہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کے عہد میں موجود نہ تھی، اور نہ کتاب وسنت میں اس

---

[1] بخاری ومسلم۔

کا کوئی ذکر ہے ، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ درست بات یہ ہے کہ فرقہ باطنیہ کے غالی بددین لوگوں نے اس کو ایجاد کیا تاکہ اس طرح وہ مسلمانوں کو ان مفید اور نافع وسائل سے روک دیں جن سے مسلمانوں کی پریشانیاں دور اور ان کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں ، جیسے نماز و صدقہ ، اور ادعیہ واذکار ماثورہ وغیرہ ۔

اسی بدعت قولی میں سے وہ بھی ہے جو اکثر متصوفین کے یہاں متعارف ہے ، یعنی ذکر کے حلقے قائم کرنا کبھی ھو ، ھو ہی ، کے الفاظ سے اور کبھی اللہ ، اللہ کے الفاظ سے ، اور کھڑے ہو کر اپنی پوری بلند آواز سے ، اسی طرح ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ کرتے ہیں یہاں تک کہ بعض بے ہوش ہوجاتے ہیں اور یہاں تک کہ بعض خلافِ شرع باتیں کرنے لگتے ہیں اور کفر بکنے لگتے ہیں ، انھی میں سے ایک شخص نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا اور اسے یہ خبر نہ تھی کہ وہ چھری کہاں مار رہا ہے ۔

اسی طرح مدحیہ قصائد واشعار کا بے ریش لڑکوں اور داڑھی منڈوں کی آواز سے سننا اور عود و مزامیر اور دف کا سننا ہے ، یہ اور اس طرح کی قولی بدعات بہت ہیں ، حالانکہ خدا کی قسم ! یہ ساری چیزیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں اور صحابہؓ کے زمانہ میں نہیں تھیں، بلکہ یہ سب زندیقوں، دینِ اسلام میں تخریب پیدا کرنے والوں اور امت میں فساد پیدا کرنے والوں کی ایجاد ہے تاکہ مسلمانوں کو مفید اور نافع شئے سے مضر چیز کی طرف اور حقیقت وسنجیدگی سے لہو ولعب کی طرف متوجہ کردیں

بدعت فعلی اس کی مثال قبروں پر تعمیر کرنا ہے اور خاص طور سے ان لوگوں کی قبروں پر جن کی نیکی اور بزرگی کے معتقد ہیں اور ان کی قبروں پر گنبد بنانا اور ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور وہاں مقیم ہونا، اور ان کے پاس گائے اور بکری ذبح کرنا اور وہاں کھانا کھلانا، یہ ساری چیزیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے یہاں معروف نہ تھیں، اور اسی طرح ایک بدعت مسجد حرام اور مسجد نبوی سے الٹے پاؤں نکلنا ہے تاکہ خانہ کعبہ یا قبر نبوی کی طرف نکلتے وقت اس کی پشت نہ ہو، یہ بھی بدعت فعلی ہے، جو امت کے قرونِ اولیٰ میں نہ تھی، لیکن اس کو تشدد پسند لوگوں نے ایجاد کیا، اسی طرح اولیاء کی قبور کے اوپر لکڑی کے تابوت رکھنا اور اس کو لباس فاخرہ پہنانا اور خوشبو سلگانا، اور چراغاں کرنا بھی بدعت ہے۔

معزز قارئین! یہ اعتقاد اور قول وعمل کی بدعات کی چند

مثالیں ہیں جن پر عبادات کی چھاپ پڑ گئی ہے ، اسی طرح معاملات کے اندر بھی بدعات پیدا ہو گئی ہیں ، مثلاً زانی کے اوپر زنا کی حد قائم کرنے کے بجائے قید میں ڈال دینا ، اسی طرح چور کے اوپر چوری کی حد جاری کرنے کے بجائے اس کو قید میں ڈال دینا ، اور مثلاً گھروں ، سڑکوں ، اور بازاروں میں گانوں کا رواج دینا ، کیوں کہ اس طرح کی بیہودہ ، طرب انگیزیاں اور مدح خوانیاں اس امت کے قرون اولیٰ میں نہ تھیں ، رضوان اللہ علیہم اجمعین ، اور انہی عملی بدعات میں سے سود کی منصوبہ کاری اور اس کا اعلان نیز اس کا انکار نہ کرنا ہے ، اور اسی طرح عورتوں کا بے پردہ نکلنا اور عام و خاص مقامات میں گھومنا پھرنا اور مردوں کے ساتھ ان کا اختلاط ہے ۔ یہ ساری چیزیں بدترین بدعات ہیں اور امت اسلامیہ کو انحطاط و زوال کے خطرہ سے دوچار کرنے والی چیزیں ہیں ، جس کے آثار بھی ظاہر ہو گئے ہیں جس کے لئے کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم[1] ۔

---

[1] اگر یہ کہا جائے کہ ہم نے یہاں لاحول الخ کیوں کہا تو اس کا جواب یہ ہے کہ غم دور کرنے کے لئے کیونکہ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے ، جن میں سب سے آسان غم ہے ، رواہ ابن ابی الدنیا وحسنہ السیوطی ۔

بدعت اور مصالح مرسلہ کے درمیان فرق

برادران محترم ! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تشریع اسلامی' جو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے ، جو نافع اور نفس کا تزکیہ کرنے والا روح کو پاک کرنے والا مسلمان کو دنیا و آخرت کی سعادت و کمال دینے والا ہے ، اس کے اندر کچھ لوگوں نے بدعت حسنہ کے نام سے مسلمانوں کے لئے ایسی بدعات ایجاد کیں جن کے ذریعہ انہوں نے سنتوں کو مردہ کر دیا ، اور قرآن و سنت والی امت کو بدعت کے سمندر میں غرق کر دیا ، جس کے سبب امت اسلام کے اکثر لوگ طریق حق اور راہِ ھدایت سے ہٹ گئے اور باہم لڑنے جھگڑنے والے مذاہب پیدا ہو گئے ، اور مختلف راستے اور طریقے نکلے ، جو اس امت کے انحراف کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے ، اس کا سبب بدعت کو اچھا سمجھنا ہے ، اور بدعت کو حسنہ کہنا ہے ، ایک شخص چند بدعات ایجاد کرتا ہے جو سنن ھدی کے

خلاف ہیں اور کہتا ہے کہ یہ حسن اور اچھی ہیں وہ اپنی بدعت کو رواج دیتے وقت کہتا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، تاکہ یہ بدعت مقبول ہو جائے اور اس پر عمل کیا جانے لگے، حالانکہ ایسا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے، آپ نے فرمایا "کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار" (ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں جانے والی ہے) افسوس ہے کہ بعض اہل علم اس تفضیل سے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق تشریع میں کھلی زیادتی ہے دھوکہ کھا گئے، اور انہوں نے کہا کہ بدعت میں شریعت کے پانچوں احکام یعنی وجوب، ندب، اباحت، کراہت اور حرام جاری ہوں گے، لیکن امام شاطبی رحمہ اللہ نے اس کو سمجھا، میں یہاں پر بدعت کی اس تقسیم پر امام شاطبیؒ کی تردید اور بدعت حسنہ کے وجود کے انکار کی تقریر پیش کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں :

"بدعت کی تقسیم سیئہ اور حسنہ کی طرف اور پانچوں احکام (وجوب، ندب، اباحت، کراہت، حرمت) کا ان پر جاری کرنا ایک گھڑی ہوئی بات ہے جس کی کوئی دلیل شرعی نہیں، بلکہ اس کا رد خود اس کے اندر موجود ہے، کیونکہ بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہوا کرتی، نہ نصوص شرع سے اور نہ قواعد شرع سے، اس لئے کہ اگر وہاں کوئی دلیل شرعی اس کے وجوب

یا ندب یا اباحت کی ہوتی تو پھر وہ بدعت نہ ہوتی اور وہ عمل ان اعمال میں داخل ہوتا جو مامور بہا ہیں یا جن کا اختیار دیا گیا ہے، لہذا ان اشیاء کو بدعت بھی شمار کرنا اور اس کے وجوب یا ندب یا اباحت کی دلیل کا بھی ہونا اجتماع متناقضین ہے[1]"

محترم قاری! آپ نے دیکھا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے بدعت کے حسنہ ہونے کا کس طرح انکار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ گمراہی ہے اور اس شخص پر کس طرح نکیر فرمائی جس کا یہ گمان ہے کہ بدعت پر پانچوں احکام جاری ہوتے ہیں[2]، یعنی یہ کہ بدعت واجب ہوتی ہے یا مندوب ہوتی ہے یا مباح ہوتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے یا حرام ہوتی ہے، کیونکہ اگر اس پر شریعت کی کوئی دلیل ہوتی تو وہ بدعت نہ ہوتی، کیونکہ بدعت تو وہ ہے جس پر شریعت یعنی کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی کوئی دلیل نہ ہو، اگر اس پر کوئی دلیل شرعی ہو تو وہ دین و سنت ہوگی نہ کہ بدعت، اس کو خوب سمجھ لو! اب اگر یہ کہو کہ قرافی جیسے جلیل القدر علماء اس غلطی میں کیسے پڑ گئے اور انہوں نے بدعت میں پانچوں احکام کے جاری ہونے کو کیسے کہہ دیا؟ تو میں جواب میں عرض

---

[1] الموافقات ج ا ص ۱۹۱ [2] یہ قرافی نے فروق میں نقل کیا ہے اور افسوس کہ وہ بھی فریب کھا گئے۔

کروں گا کہ اس کا سبب غفلت ہے اور بدعت کے ساتھ مصالح مرسلہ کا اشتباہ اور التباس ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ:
"مصالح مرسلہ" میں "مصالح" "مصلحۃ" کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں وہ چیز جو خیر لائے اور ضرر کو دور کرے اور شریعت میں اس کے ثبوت یا نفی کی کوئی دلیل نہ ہو اور یہی "مرسلہ" کے معنی ہیں کہ شریعت میں اس کے اعتبار کرنے کی یا اس کو لغو اور اس کی نفی کی کوئی قید نہ ہو، اسی لئے بعض علماء نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ " مصالح مرسلہ ہر وہ منفعت ہے جو شریعت کے مقاصد میں داخل ہو بدون اس کے کہ اس کے اعتبار یا الغاء (لغو قرار دینے) کا کوئی شاہد اور دلیل ہو" اور شریعت کے مقاصد میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت جلب منافع اور دفع ضرر کی بنیاد پر قائم ہے، تو جس چیز سے مسلمان کو خیر پہنچے اور شر دور ہو مسلمان کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ شریعت نے اس کو کسی ظاہری یا پوشیدہ فساد کی وجہ سے لغو اور باطل قرار نہ دیا ہو۔ چنانچہ کسی عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ مادی منفعت حاصل کرنے کے لئے زنا کرے اس لئے کہ اس وسیلہ کو جو منفعت کے مثل ہے شارع نے لغو اور باطل کر دیا ہے، اسی طرح مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ جھوٹ

یا خیانت یا سود کے ذریعہ اپنا کوئی ذاتی مقصد پورا کرے یا دولت حاصل کرے کیونکہ ان مصلحتوں اور منفعتوں کو شریعت نے لغو اور باطل کر دیا ہے اور ان کا اعتبار نہیں کیا ہے کیونکہ یہ شریعت کے بڑے مقاصد یعنی روح اور جسم کی سعادت کے منافی ہیں۔

شارع نے جن چیزوں کا اعتبار کیا ہے اس میں سے بھنگ کی تحریم ہے۔ کیونکہ اگرچہ اس کی تحریم کی نص نہیں ہے لیکن وہ تحریم شراب میں داخل ہے، اس لئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ بھنگ کی حرمت مصالح مرسلہ میں سے ہے، کیونکہ شارع نے شراب کو حرام کر دیا، کیوں کہ اس میں ضرر اور نقصان ہے اور بھنگ بھی اسی طرح ہے اس لئے وہ شرعی قیاس سے حرام ہے، اس مصلحت کی وجہ سے نہیں کہ اس کی وجہ سے مسلمان سے شر دفع ہو رہا ہے۔ اور اسی قبیل سے مفتی کا مالدار شخص پر کفارہ میں روزہ کا لازم کرنا ہے، کیونکہ غلام آزاد کرنا یا کھانا کھلانا اس کے لئے آسان ہے، اس لئے مصلحت شرعیہ کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ اس کی بے حرمتی کی مالدار لوگ جرأت نہ کریں، مال داروں پر روزہ ہی لازم کر دیا جائے، تو یہ مصلحت باطل ہے، اس لئے کہ شارع نے اس کے لغو کرنے کا اعتبار کیا ہے اور مصالح مرسلہ وہ ہیں کہ شریعت نے نہ اس کا اعتبار کیا ہو اور نہ اس کو لغو کیا ہو، اور یہاں پر شارع نے اس کو لغو

قرار دیا ہے کیونکہ روزہ کی اجازت اسی وقت دی ہے جب عتق یا اطعام سے عاجز ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے !

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ [1]	پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کا کھلانا ہے اس درمیانہ درجہ سے جس سے تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑا دینا ہے، یا گردن (غلام) آزاد کرنا، پس جو نہ پائے تو تین دن کا روزہ رکھنا، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو۔

اور کفارہ یمین ہی کی طرح رمضان کے دن میں جماع کرنے کا کفارہ بھی ہے، لہذا مفتی کو یہ حق نہیں ہے کہ عتق یا اطعام کو چھوڑ کر روزے کا فتوی دے، محترم قاری کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مصالح مرسلہ اور وہ چیز جس کا نام بدعت کے جاری کرنے والوں نے بدعت حسنہ رکھا ہے، یہ ضروریات اور حاجیات اور تحسینات میں ہوا کرتی ہے ضروریات سے مراد وہ چیزیں ہیں، جو فرد یا جماعت کی زندگی کے لئے ضروری اور ناگزیر ہیں، اور حاجیات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو فرد یا جماعت کی حاجت کی ہوں اگرچہ ان کے لئے ضروری اور ناگزیر نہ ہوں، اور تحسینات سے مراد صرف جمال وزینت اور آراستگی کی چیزیں ہیں، نہ وہ ضروری اور ناگزیر ہیں اور نہ ان کی حاجت ہی ہے، مثال

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۸۹

سے کے طور پر عرض ہے، حصر مقصود نہیں کہ جیسے مصحف شریف کی کتابت اور قرآن مجید کے جمع وتدوین کا کام جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا تو یہ عمل بدعت نہیں ہے[1]، بلکہ یہ مصالح مرسلہ کے باب سے ہے، کیونکہ کمی اور زیادتی سے قرآن کی حفاظت اور قرآن کی پوری پوری حفاظت مسلمانوں پر واجب ہے، تو جب ان کو قرآن کے ضائع ہو جانے کا خوف اور اندیشہ ہوا تو انہوں نے اس کا وسیلہ اور ذریعہ تلاش کیا جس سے یہ مقصد حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اس کے جمع وتدوین اور اس کی کتابت کی رہنمائی فرمائی اس لئے ان حضرات کا یہ عمل مصلحت مرسلہ ہے کیوں کہ شریعت میں نہ اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور نہ اس کے الغار کی بلکہ وہ مقاصد عامہ میں سے ہے اب اس کے بعد بھی کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بدعت حسنہ یا بدعت سیئہ ہے، نہیں! بلکہ یہ مصالح مرسلہ ضروریہ میں سے ہے۔

اور مصالح مرسلہ حاجیہ کی مثال مسجد میں قبلہ کی طرف محراب بنانا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] مزید برآں یہ خلفائے راشدین کی سنت بھی ہے جن کے اتباع کا ہمیں حکم ہے ۔

زمانہ میں مسجدوں میں محراب نہیں تھے، جب اسلام پھیلا اور مسلمانوں کی کثرت ہوگئی اور آدمی مسجد میں داخل ہونے کے بعد قبلہ کی جہت معلوم کیا کرتا تھا، اور کبھی کوئی شخص نہ ملتا جس سے وہ معلوم کرے تو وہ حیرت میں پڑ جاتا اس لئے ضرورت پیش آئی کہ مسجد میں قبلہ کی طرف محراب بنایا جائے جس سے اجنبی کو قبلہ معلوم ہو جائے، اور اسی کے مثل نماز جمعہ میں اذانِ اوّل کی زیادتی ہے جو حضرت عثمانؓ نے کی کیونکہ جب مدینہ بڑا ہوگیا اور اسلام کا دار الحکومت ہوگیا اور اس کی آبادی اور بازار بہت وسیع ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہوئی کہ وقت سے کچھ پہلے اذان دے دی جائے تاکہ خرید و فروخت کی غفلت میں جو لوگ پڑے ہوئے ہیں وہ باخبر اور متنبہ ہو جائیں، اس کے بعد جب لوگ آجاتے اور وقت ہو جاتا تو مؤذن اذان دیتا اور آپ کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے اور نماز پڑھاتے، اس لئے یہ بدعت نہیں ہے، کیونکہ اذان نماز کے لئے مشروع ہے، اور کبھی کبھی فجر کی نماز کے لئے بھی دو اذانیں دی جاتیں، لیکن یہ بھی مصالح مرسلہ میں سے ہے، جس میں مسلمانوں کا نفع ہے، اگرچہ یہ ان کی ضروریات سے نہیں ہے لیکن یہ ان کو فائدہ پہنچاتی ہے کہ نماز جو ان پر واجب ہے اس کے وقت کے قریب ہونے پر تنبیہ کرتی ہے، اور چونکہ شریعت میں مسئلہ محراب

یا مسئلہ اذان کے اعتبار یا الغاء کی کوئی دلیل اور شاھد نہیں ہے، اور دونوں مسئلے مقاصد شرع میں داخل ہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ مصالح مرسلہ میں سے ہیں۔ پہلی تو حاجیات (ضرورتوں) کے قبیل سے ہے اور دوسری تحسینات کے قبیل سے۔

اور انہی مصالح مرسلہ میں سے جس میں بعض اہل علم غلطی میں پڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس پر بہت سی بدعات ممنوعہ کو قیاس کر لیا، مسجد میں مناروں اور اذان گاہوں کا تعمیر کرنا ہے تاکہ مؤذن کی آواز شہر اور دیہات کے اطراف تک پہنچے، جس سے لوگوں کو وقت کے ہو جانے کا یا وقت قریب ہونے کا علم ہو جائے، اور اذان گاہوں ہی کی طرح امام کا خطبہ اس کی قرأت اور نماز کی تکبیرات سننے کے لئے لاؤڈاسپیکر لگاتا ہے، اور اسی طرح مکاتب میں حفظ قرآن کے لئے اجتماعی قرأت اور تلاوت ہے۔ یہ ان مصالح مرسلہ میں سے ہے کہ شارع

---

[1] بلاد مغرب میں اس مسئلہ پر بے حد قیل وقال ہے کیونکہ تونس، جزائر اور مراکش کے لوگ بعض نمازوں کے بعد حزب پڑھتے ہیں یعنی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

نے جس کے اعتبار کی یا الغاء کی شہادت نہیں دی ہے لیکن یہ مقاصد عامہ کے تحت داخل ہے، اس لئے کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں حاصل ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور پھر اس پر اس بدعت کو قیاس کرے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، آپ کا ارشاد ہے " إیاکم و محدثات الأمور فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة" (تم نئی ایجاد کی ہوئی چیزوں سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی نکالی ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے) قاری محترم! خلاصہ یہ ہے کہ مصالح مرسلہ اور ہیں اور بدعت محدثہ اور، مصالح مرسلہ بالذات مقصود و مطلوب نہیں ہوتیں بلکہ کسی واجب کی حفاظت یا اس کی ادائیگی کے وسیلہ کے طور پر مطلوب ہوتی ہیں یا پھر کسی مفسدہ کو دفع کرنے کے لئے ان کا ارادہ کیا جاتا ہے، لیکن بدعت تو ایک شریعت سازی ہے، جو

(بقیہ حاشیہ) بیک آواز اجتماعی قرأت کرتے ہیں، اور قرأت کی یہ ہیئت بدعت ہے بعض اہل علم نے اس سے منع کیا، کیونکہ یہ بعد کی ایجاد اور بدعت ہے، جو عہد سلف میں معروف نہ تھی، اور بعض اہل علم نے اس کی اجازت دی اس لئے کہ یہ حفظ قرآن کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اور ان لوگوں سے میں نے جو بات کہی وہ دونوں آراء کی جامع تھی وہ یہ کہ اگر اس اجتماعی قرأت سے مراد تعبد اور عبادت ہے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محدثہ اور بدعت ہے اور اگر اس سے مراد قرآن کی حفاظت ہے تاکہ وہ ضائع نہ ہو تو ان مصالح مرسلہ میں سے ہے جس کی اجازت اہل علم دیتے ہیں۔ واللہ أعلم۔

شریعت الٰہی کے مشابہ ہے اور وہ بالذات مقصود ہوتی ہے ، اور وہ جلب منفعت یا دفع مضرت کے لئے وسیلہ نہیں ہوتی ، اور وہ تشریع جو مقصود بالذات ہو وہ صرف اللہ تعالےٰ کا حق ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کوئی ایسی عبادت وضع کرنے پر قادر نہیں ہے جو انسانی نفس میں تطہیر وتزکیہ کا عمل کر سکے ، انسان کبھی بھی اس کا اہل نہیں ہو سکتا ، اس لئے اس کے لئے لازم ہے کہ اپنی حد پر رہے ، اور وہی طلب کرے جو اس کے لئے مناسب ہے اور جو چیز اس کے لئے مناسب نہیں ہے اس کو ترک کر دے اس لئے کہ یہی اس کے لئے بہتر اور باعث سلامتی ہے۔

محفلِ مولود اسلام کی نظر میں

لفظ موالد، مولد کی جمع ہے، اس کے معنی اور مطلب ہر اسلامی ملک میں ایک ہی ہیں، البتہ یہ لفظ خاص "مولد" (مولود) ہر اسلامی ملک میں نہیں بولا جاتا، کیوں کہ مغرب اقصیٰ یعنی مراکش کے لوگ اس کو "مواسم" کے نام سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے مولائی ادریس کا موسم، اور مغرب اوسط یعنی جزائر کے لوگ اس کو "زرد" کا نام دیتے ہیں جو "زردہ" کی جمع ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے۔ سیدی ابوالحسن شاذلی کا زردہ" اور اہل مصر اور شرق اوسط کے لوگ اس کو "مولد" کہتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں "سیدہ زینب کا مولد" یا "سید بدوی کا مولد"

اہلِ مغرب اس کو "مواسم" اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگ اسے سال میں ایک مرتبہ کرتے ہیں اور اہل جزائر اس کو "زردہ" اس اعتبار سے کہتے

ہیں کہ اس میں وہ کھانے کھائے جاتے ہیں جو ان مذبوح جانوروں سے پکتے ہیں جو وہاں ولی کے نام پر ذبح کئے جاتے ہیں یا اس کے اوپر چڑھائے جاتے ہیں، جیسی بھی اس چڑھاوا چڑھانے والے کی نیت ہوتی ہے، اور بعض لوگ اس کو "حضرۃ" کہتے ہیں یا تو اس وجہ سے کہ وہاں اس ولی کی روح آتی ہے، خواہ توجہ اور برکت ہی کے طور پر یا اس وجہ سے کہ وہاں یہ جشن منانے والے آتے ہیں اور قیام کرتے ہیں، یہ تو وجہ تسمیہ تھی، اب رہے وہ اعمال جو وہاں ہوتے ہیں، تو وہ ہر ملک کے لوگوں کے شعور اور فقر وغناء کے اعتبار سے کیفیت اور کمیت میں مختلف ہیں، لیکن ان میں جو چیز مشترک ہے وہ درج ذیل ہے:

۱۔ جس ولی کے لئے یہ موسم یا زردہ یا مولد یا حضرت قائم کیا گیا ہے اس کے لئے نذر و نیاز اور جانور ذبح کرنا۔

۲۔ اجنبی مردوں اور عورتوں کا اختلاط۔

۳۔ رقص و سرود اور مختلف دف و مزامیر و باجے بجانا۔

۴۔ خرید و فروخت کے لئے بازار لگانا، لیکن یہ مقصود نہیں ہوتا، مگر تاجر لوگ ایسے بڑے بڑے مجمعوں میں نفع اندوزی کرتے ہیں اور وہاں اپنا سامان تجارت لے جاتے ہیں اور

جب سامان سامنے آتا ہے اور لوگ اس کو طلب کرتے ہیں تو اس طرح بازار قائم ہی ہوجاتا ہے، مثال کے لئے منی اور عرفات کے بازار کافی ہیں۔

۵۔ ولی یا سید سے فریاد طلب کرنا اور ان سے استغاثہ کرنا اور شفاعت اور مدد طلب کرنا اور اپنی ہر وہ حاجت اور مرغوب چیز مانگنا جس کا حصول دشوار ہو حالانکہ یہ شرک اکبر ہے، والعیاذ باللہ۔

۶۔ کبھی کبھی فسق و فجور اور شراب نوشی وغیرہ بھی ہوجاتی ہے لیکن یہ ہر ملک اور ہر مولد میں نہیں ہوتا۔

۷۔ حکومتیں ان مواسم کو قائم کرنے کے لئے سہولتیں فراہم کرتی ہیں، اور کبھی کبھی مال یا گوشت یا کھانا وغیرہ دے کر بھی اس میں حصہ لیتی ہیں، حتی کہ فرانس بھی مغرب کے تینوں ملکوں میں اس سلسلے میں تعاون کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ ٹرین کے کرایہ میں تخفیف کردی جاتی تھی، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ حکومتِ مصر بھی اسی طرح کرتی ہے، اور عجیب ترین بات اس سلسلہ میں جو ہم نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ جنوبی یمن کی حکومت جو کہ خالص کمیونسٹ نظریہ کی ہے وہ بھی ان موالد کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اگر چہ یہ حوصلہ افزائی

خاموشی اختیار کرکے ہوں[1] حالانکہ یہی وہ حکومت ہے جس نے تمام اسلامی عقائد، عبادات اور احکام کا انکار کر دیا، اور یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ عرس و میلاد صرف اسلام کو نقصان پہنچانے ہی کے لئے اور اس کا خاتمہ ہی کرنے کے لئے ایجاد کئے گئے ہیں، اور اسی سبب ان موالد و مواسم اور زرد وحضرات کا حکم اسلام میں بالکل اور قطعی ممانعت اور حرمت ہے، اور یہ اس لئے کہ یہ بدعات عقیدہ اسلامیہ کو پامال کرتے اور مسلمانوں کے حالات کو تباہ کرنے کی بنیاد پر قائم ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ اہل باطل ان بدعات کی نصرت اور تعاون کرتے ہیں اور اس کے ساتھ پوری ہمنوائی کرتے ہیں، اور اگر اس میں کوئی ایسی چیز ہوتی جو روح اسلامی کو بیدار کرتی ہو یا مسلمانوں کے ضمیر کو حرکت میں لاتی ہو تو تم ان باطل حکومتوں کو دیکھتے کہ وہ ان سے جنگ اور ان کے خاتمہ کے درپے ہو جاتیں۔

کیا غیر اللہ سے دعا کرنا اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا اور ان کے لئے نذر ماننا شرک کے سوا کچھ اور ہے جو بالکل حرام ہے؛ اور ان عرس و میلاد کی محفلوں کی ساری بنیاد ہی اس پر قائم ہے اور کیا رقص و سرود اور عورتوں مردوں کا اختلاط فسق اور حرام

---

[1] مجھے یہ بات خود جنوبی یمن کے لوگوں نے بتائی۔

کے سوا اور کچھ ہے ؟ یہ عرس و میلاد اور مواسم جب ان چیزوں سے خالی نہیں تو بھلا یہ حرام کیسے نہ ہوں گے، اور کیا ان عرس و موالد کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور صحابہ کے تابعین بھی جانتے تھے ، جواب یہی ہے کہ نہیں نہیں! تو پھر جو چیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے زمانہ میں دین نہ رہی ہو کیا وہ اب دین ہو جائے گی ؟ اور جو چیز دین نہ ہو گی تو وہ بدعت ہو گی اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس گانے کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کی بعض اہل مدینہ رخصت دیا کرتے تھے، تو آپ نے پوچھنے والے سے کہا کہ کیا گانا حق ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو آپ نے فرمایا حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں، پس یہ موالد و مواسم بشمول ان چیزوں کے جو ان میں حق ہے، اور جو حق نہیں ہے، باطل ہی ہیں، کیونکہ حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اور اب مولود نبوی شریف سے وہ اجتماعات مراد ہیں جو مسجدوں میں اور مالدار مسلمانوں کے گھروں میں ہوتے ہیں جو اکثر پہلی ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک ہوتے ہیں، جن میں سیرت

نبویہ کا کچھ حصہ پڑھا جاتا ہے، مثلاً نسب پاک، قصۂ ولادت، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جسمانی اور اخلاقی شمائل اور خصوصیات اور ساتھ ہی بارہ ربیع الاول کو عید کا دن مناتے ہیں، جس میں اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کرتے ہیں اور مدارس و مکاتب بند کر دیئے جاتے ہیں اور بچے اس دن طرح طرح کے کھیل کود کھیلتے ہیں، یہ مولود وہ ہے جو ہم بلادِ مغرب میں جانتے تھے، لیکن جب ہم بلادِ مشرق میں آئے تو ہم نے دیکھا کہ یہاں مولد سے مراد وہ اجتماعات ہیں جو مال داروں اور خوشحال لوگوں کے گھروں میں مولود نبوی شریف کی یادگار کے طور پر منعقد ہوتے ہیں، اور وہ ان کے یہاں ماہ ربیع الاول اور بارہ ربیع الاول کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ موت وحیات یا کسی بھی نئی بات کے موقع پر یہ محفل قائم کر لیتے ہیں۔

اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جانور ذبح کئے جاتے ہیں کھانا تیار ہوتا ہے دوست و احباب و رشتہ دار اور تھوڑے سے فقیر ومحتاج لوگ بھی بلا لئے جاتے ہیں، پھر سب لوگ سننے کے لئے بیٹھتے ہیں، ایک خوش آواز نوجوان آگے بڑھتا ہے، اور اشعار پڑھتا ہے اور مدحیہ قصیدے ترنم کے ساتھ

پڑھتا ہے، اور سننے والے بھی اس کے ساتھ صلوات پڑھتے ہیں[1]
اس کے بعد ولادتِ مبارکہ کا قصہ پڑھتا ہے، اور جب یہاں
پہنچتا ہے کہ حضرت آمنہ کے شکم مبارک سے آپ مختون پیدا
ہوئے، تو سب لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں
اور کچھ دیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت آمنہ کے شکم
مبارک سے پیدائش کا تخیل باندھ کر تعظیم وادب کے ساتھ
کھڑے رہتے ہیں، پھر دھونی اور خوشبو لائی جاتی ہے، اور
سب لوگ خوشبو لگاتے ہیں، اس کے بعد حلال مشروب
کے پیالے آتے ہیں، اور سب لوگ پیتے ہیں پھر
کھانے کی قابیں پیش کی جاتی ہیں، اس کو لوگ کھا کر اس
اعتقاد کے ساتھ واپس ہوتے ہیں کہ انھوں نے بارگاہ الٰہی میں
بہت بڑی قربت پیش کر کے اللہ کا تقرب حاصل کر لیا ہے۔

یہاں اس بات پر متنبہ کر دینا ضروری ہے کہ اکثر
قصیدے اور مدحیہ اشعار جو ان محفلوں میں ترنم کے ساتھ پڑھے
جاتے ہیں وہ شرک اور غلو سے نہیں خالی ہوتے، جس سے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، فرمایا:
"لا تطروني كما أطرت النصارى عيسى بن مريم، وإنما

---

[1] مثلاً یہ شعر ؎ صل علیک اللہ یا علم الہدی ٭ ما حن مشتاق الی لقاک۔

أنا عبد الله ورسولہٗ فقولوا عبد الله ورسولہٗ[1] (تم مجھے حد سے نہ بڑھانا، جس طرح نصارٰی نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھایا، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پس اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو) اسی طرح یہ محفلیں ایسی دعاؤں پر ختم ہوتی ہیں جس میں توسل کے غیر شرعی الفاظ اور شرکیہ حرام کلمات ہوتے ہیں، کیوں کہ اکثر حاضرین عوام ہوتے ہیں، یا اس باطل کی محبت میں غلو کرنے والے ہوتے ہیں جن سے علماء نے منع فرمایا ہے، جیسے بجاہ فلاں اور بحق فلاں کہہ کر دعا کرنا والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللھم صلی علےٰ محمد و آلہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیما کثیرًا۔

یہ ہے وہ مولد جو اپنے ایجاد کے زمانہ یعنی ملک مظفر کے عہد ۶۲۵ھ سے آج تک چلی آرہی ہے۔

اب رہا شریعت اسلامیہ میں اس کے حکم کا سوال تو اس کا فیصلہ ہم قاری کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، کیوں کہ جب اس بحث سے یہ معلوم ہو گیا کہ میلاد ساتویں صدی کی پیداوار ہے، اور ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد میں دینی حیثیت سے نہ رہی ہو، وہ بعد والوں کے لئے بھی دین کی حیثیت اختیار نہ کرے گی، اور جو مولود آج

---

[1] بخاری و مسلم۔

لوگوں کے درمیان رائج ہے، یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے عہد میں اور قرون مشہود لہا بالخیر میں اور ساتویں صدی کی ابتداء تک جو کہ فتنوں اور آزمائشوں کی صدی تھی نہیں موجود تھا، پھر بھلا یہ دین کیسے ہوسکتا ہے ؟ بلکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "إياكم و محدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة"[1] (تم نئی ایجاد کی ہوئی چیزوں سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی نکالی ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)۔

حکم شرع کی مزید وضاحت کے لئے ہم کہتے ہیں

کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دین میں نکالی ہوئی نئی باتوں سے پرہیز کا حکم دیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہر ایسی نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد امام شافعی[2] رحمہ اللہ سے فرمایا کہ! "ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے زمانہ میں دین نہیں تھی، وہ آج بھی دین نہیں بنے گی" اور فرمایا کہ! "جس نے اسلام کے اندر کوئی بدعت نکالی اور اس کو اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] رواہ اصحاب السنن وہو صحیح السند [2] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ ابن ماجشون سے فرمایا تھا

نے رسالت کے پہنچانے میں خیانت کی ہے" کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1]	آج کے دن تمہارے لئے، تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ہر وہ چیز جو کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف کی جائے تو وہ بدعت ہے" تو کیا یہ مروجہ میلاد نبوی بدعت نہ ہوگا، جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت نہ تھی، اور نہ سلف صالح کا عمل تھا، بلکہ تاریخ اسلام کے تاریک دور میں اس کی ایجاد ہوئی۔ جب کہ فتنے پیدا ہو چکے تھے، اور مسلمانوں میں اختلاف پھوٹ چکا تھا، اور ان کے حالات دگرگوں ہو چکے تھے، اور ان کا معاملہ خراب ہو چکا تھا، پھر اگر ہم یہ تسلیم ہی کر لیں، کہ میلاد قربت کی چیز ہے بایں معنی کہ وہ عبادت شرعیہ ہے جس سے آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عذاب سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دے

---

[1] سورہ مائدہ آیت ۳۔

تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اس عبادت کو مشروع کس نے کیا ، اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ؟ جواب یہ ہے کہ کسی نے نہیں ، پھر یہ عبادت کس طرح ہو سکتی ہے جب کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس کو مشروع نہیں کیا ، یہ محال ہے۔

دوسرے یہ کہ عبادت کے لئے چار حیثیتیں ضروری ھیں یعنی کمیت و مقدار اور کیفیت اور زمان اور مکان ،کون ان حیثیات کو ایجاد اور ان کی حد بندی کر سکتا ہے ؟ کوئی نہیں ، اور جب یہ ہے تو پھر میلاد کسی بھی صورت نہ قربت ہے نہ عبادت ، اور جب یہ نہ قربت ہے اور نہ عبادت تو پھر بدعت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے ۔ ؟؟

میلاد نبوی شریف اسلام کی نظر میں

میلاد کی تعریف | میلاد نبوی شریف کیا ہے ؟

عربی زبان میں میلاد نبوی شریف اس جگہ یا اس زمانہ کو کہتے ہیں جس میں خاتم الانبیاء ، امام المرسلین ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم پیدا ہوئے پس آپ کی جائے پیدائش (فداہ أبي وأمي) ابو یوسف کا وہ گھر ہے جہاں پر آج مکہ مکرمہ میں پبلک لائبریری بن گئی ہے ، اور آپ کا زمانہ پیدائش ، مشہور ترین اور صحیح ترین روایت کی بنا پر ۱۲ ربیع الاول عام فیل مطابق اگست ۵۷۰ء ہے ۔

لغت کے لحاظ سے لفظ " مولد شریف " کا یہی مطلب ہے اور یہی معنی ہیں جس کو مسلمان نزول وحی کے زمانہ سے لے کر سوا چھ صدی تک ، یعنی ساتویں صدی کی ابتداء تک جانتے رہے پھر خلافت راشدہ اسلامیہ کے سقوط اور ممالک اسلامیہ کی تقسیم کے بعد اور عقائد و سلوک میں ضعف و انحراف اور حکومت و انتظامیہ

میں فساد کے ظہور کے بعد مولود شریف کی یہ بدعت ضعف و انحراف کا ایک مظہر بن کر ظاہر ہوئی ، اس بدعت کو سب سے پہلے ملک شام کے علاقہ اربل[1] کے بادشاہ ملک مظفر نے ایجاد کیا ، غفر اللہ لنا ولہ ، اور مولد کے موضوع پر سب سے پہلی تالیف ابو الخطاب بن دحیہ کی ہے ، جس کا نام " التنویر فی مولد البشیر النذیر " ہے جس کو انھوں نے ملک مظفر کے سامنے پیش کیا اور اس نے انھیں ایک ہزار اشرفیاں انعام دیں ۔

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ یہ ہے کہ سیوطی نے اپنی کتاب " حاوی " میں ذکر کیا ہے کہ ملک مظفر جو اس بدعت مولود کا موجد ہے ، اس نے اسی طرح کی محفل مولود کے ایک موقع پر دسترخوان لگوایا ، جس پر پانچ ہزار بھنی ہوئی بکریاں اور دس ہزار مرغیاں اور سو گھوڑے اور ایک لاکھ مکھن اور حلوہ کی تیس ہزار پلیٹیں تھیں ، اور صوفیاء کے لئے محفل سماع قائم کی جو ظہر سے لے کر فجر کے وقت تک جاری رہی اور اس میں رقص کرنے والوں کے ساتھ وہ خود بھی رقص کرتا رہا ، بھلا وہ امت کیسے

---

[1] صحیح یہ ہے کہ اربل موصل کا علاقہ ہے شام کا نہیں ۔

زندہ رہ سکتی ہے جس کے سلاطین درویش ہوں، اور اس طرح کی غلط محفلوں میں ناچتے ہوں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر یہ میلاد بدعت ہے تو کیا اس کے کرنے والے کو ان نیک اعمال کا بھی ثواب نہ ملے گا جو اس کے اندر ہوتے ہیں یعنی ذکر و دعا اور کھانا کھلانے کا؟ ہم عرض کریں گے کہ کیا ناوقت نماز پڑھنے پر ثواب ملے گا؟ کیا بے موقع صدقہ کرنے میں ثواب ملے گا؟ کیا ناوقت حج کرنے میں ثواب ملے گا؟ کیا غیر کعبہ کے طواف میں ثواب ملے گا؟ کیا غیر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ثواب ملے گا؟ اگر ان سب کا جواب نفی میں ہے تو ان نیک اعمال کے متعلق بھی جو محفل میلاد کے ساتھ کئے جاتے ہیں یہی جواب ہوگا کیونکہ ان کے ساتھ بدعت لگی ہوئی ہے۔

اس لئے کہ اگر وہ صحیح ہو جائے اور مقبول ہو جائے تو پھر احداث فی الدین ممکن ہو جائے گا، حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے مردود ہے، آپ نے فرمایا "جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ رد ہے"

محفلِ میلاد کے ثابت کرنے کے لئے جو دلیلیں بیان کی جاتی ہیں وہ غیر کافی ہیں

میلاد منعقد کرنے والے جو پانچ دلیلیں دیتے ہیں ، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں شریعت کو چھوڑ کر اتباعِ نفس کارفرما ہے ، دلیلیں درج ذیل ہیں ۔

۱۔ سالانہ یادگار ہونا ، جس میں مسلمان اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یادگار مناتے ہیں ، جس سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی عظمت اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے ۔

۲۔ بعض شمائلِ محمدیہ کا سننا اور نسب نبوی شریف کی معرفت حاصل کرنا ۔

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر اظہار خوشی ، کیوں کہ یہ محبتِ رسول اور کمالِ ایمان کی دلیل ہے ۔

۴۔ کھانا کھلانا اور اس کا حکم ہے اور اس میں بڑا ثواب ہے خصوصاً جب اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرنے کی نیت سے ہو ۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر یعنی قراءت قرآن اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کے لئے جمع ہونا۔

یہ وہ پانچ دلیلیں ہیں، جنہیں میلاد کو جائز کہنے والے بعض حضرات پیش کرتے ہیں، اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ دلیلیں بالکل ناکافی ہیں اور باطل بھی ہیں، کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی چوک ہوگئی تھی جس کی تلافی اس طرح کی گئی ہے کہ ان چیزوں کو ان لوگوں نے مشروع کر دیا، جن کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود ضرورت کے مشروع نہیں کیا تھا، اور اب قاری کے سامنے یکے بعد دیگرے ان دلیلوں کا بطلان پیش ہے۔

۱۔ پہلی دلیل، اس وقت دلیل بن سکتی ہے، جب کہ مسلمان ایسا ہو کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دن بھر میں دسیوں مرتبہ نہ کیا کرتا ہو تو اس کے لئے سالانہ یا ماھانہ یادگاری محفلیں قائم کی جائیں، جس میں وہ اپنے نبی کا ذکر کرے تاکہ اس کے ایمان و محبت میں زیادتی ہو، لیکن مسلمان تو رات اور دن میں جو نماز بھی پڑھتا ہے اس میں اپنے رسول کا ذکر کرتا ہے، اور ان پر درود وسلام بھیجتا ہے اور جب بھی کسی نماز کا وقت ہوتا ہے، اور جب بھی نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے تو اس

میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ پر درود و سلام ہوتا ہے، بھول جانے کے اندیشہ سے تو اس کی یادگار قائم کی جاتی ہے جس کا ذکر ہی نہ ہوتا ہو، لیکن جس کا ذکر ہی ذکر ہوتا ہو جو بھلایا نہ جاسکتا ہو، بھلا اس کے نہ بھولنے کے لئے کس طرح کی محفل منعقد کی جائے گی، کیا یہ تحصیل حاصل نہیں ہے، حالانکہ تحصیل حاصل لغو اور عبث ہے، جس سے اہل عقل دور رہتے ہیں۔

۲۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائل طیبہ اور نسب شریف کا سننا، یہ دلیل بھی محفل میلاد قائم کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، کیونکہ آپ کے خصائل اور نسب شریف کی معرفت کے لئے سال بھر میں ایک دفع سُن لینا کافی نہیں ہے، ایک دفع سننا کیسے کافی ہو سکتا ہے جب کہ وہ عقیدہ اسلامیہ کا جزء ہے؛ ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے کہ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک اور ان کی صفات کو اس طرح جانے جس طرح اللہ تعالےٰ کو اس کے ناموں اور صفتوں کے ساتھ جانتا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ جس کی تعلیم انتہائی ضروری اور ناگزیر ہے، اس کے لئے سال میں ایک مرتبہ محض واقعہ پیدائش

کا سن لینا کافی نہیں ہے

۳۔ تیسری دلیل بھی بالکل واہی تباہی دلیل ہے، کیوں کہ خوشی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے یا اس دن کی ہے جس میں آپ کی پیدائش ہوئی، اگر خوشی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے تو ہمیشہ جب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے خوشی ہونی چاہیئے، اور کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہونی چاہیئے، اور اگر خوشی اس دن کی ہے جس دن آپ پیدا ہوئے تو یہی وہ دن بھی ہے جس میں آپ کی وفات ہوئی، اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی ایسا عقلمند شخص ہوگا جو اس دن مسرت اور خوشی کا جشن منائے گا جس دن اس کے محبوب کی موت واقع ہوئی ہو حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سب سے بڑی مصیبت ہے جس سے مسلمان دوچار ہوئے حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ! جس پر کوئی مصیبت آئے تو اس کو چاہیئے کہ اس مصیبت کو یاد کر لے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہنچی ہے، نیز انسانی فطرت اس کی متقاضی ہے کہ انسان بچہ کی پیدائش کے دن خوشی مناتا ہے اور اس کی موت کے دن غمگین ہوتا ہے، لیکن تعجب ہے کہ کس دھوکہ میں یہ انسان فطرت کو بدلنے کے لئے کوشاں ہے۔

۴۔ چوتھی دلیل یعنی کھانا کھلانا، یہ پچھلی سب دلیلوں سے زیادہ کمزور ہے، کیونکہ کھانا کھلانے کی ترغیب اس

وقت دی گئی جب اس کی ضرورت ہو، مسلمان مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اور صدقہ و خیرات کرتا ہے اور یہ پورے سال ہوتا ہے، اس کے لئے سال میں کسی خاص دن کی ضرورت نہیں ہے کہ اسی دن کھانا کھلائے، اس بناء پر یہ ایسی علت نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کسی بھی حال میں کسی بدعت کا ایجاد کرنا لازم ہو۔

۵۔ پانچویں دلیل یعنی ذکر کے لئے جمع ہونا، یہ علت بھی فاسد اور باطل ہے، کیونکہ بیک آواز ذکر کے لئے اجتماع سلف کے یہاں معروف نہیں تھا، اس لئے یہ اجتماع فی نفسہ ایک قابل نکیر بدعت ہے اور طرب انگیز آواز سے مدحیہ اشعار اور قصائد پڑھنا تو اور بھی بدترین بدعت ہے، جسے وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں اپنے دین پر اطمینان نہیں ہوتا، حالانکہ ساری دنیا کے مسلمان رات اور دن میں پانچ مرتبہ مسجدوں میں اور علم کے حلقوں میں علم و معرفت کی طلب کے لئے جمع ہوتے ہیں، اس لئے ان کو ایسے سالانہ جلسوں اور محفلوں کی ضرورت نہیں ہے جن میں اکثر حظوظ نفسانیہ یعنی طرب انگیز اشعار کے سننے اور کھانے پینے کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔

محفلِ میلاد کو جائز کہنے والوں کے چند کمزور شبہات

برادرانِ اسلام ! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں میلاد کی بدعت ایجاد ہوئی اور لوگوں کے درمیان پھیل گئی، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے اندر روحانی اور جسمانی خلا پیدا ہوگیا تھا، اس لئے کہ انھوں نے جہاد کو ترک کر دیا تھا۔ اور فتنوں کی اس آگ کے بجھانے میں مشغول ہو گئے تھے جو اسلام کے دشمن یہودیوں، عیسائیوں، اور مجوسیوں نے بھڑکا رکھا تھا، اور یہ بدعت نفوس میں جڑ پکڑ گئی، اور بہت سے جاہلوں کے عقیدہ کا جزء بن گئی، جس کی وجہ سے بعض اہلِ علم مثلاً سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ ایسے شبہات تلاش کرکے اس کے لئے جواز نکالا جائے، جن سے اس بدعت مولود کے جواز پر استدلال کیا جا سکے، اور یہ اس لئے تاکہ عوام الناس اور

بلکہ خواص بھی راضی ہو جائیں، اور دوسری طرف علماء کا اس سے رضامند ہونے اور اس پر حکام وعوام کے ڈر سے خاموش رہنے کا جواز نکل آئے۔

اب ہم یہاں ان شبہات کو بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کا ضعف وبطلان بھی تاکہ اس مسئلہ میں مزید بصیرت حاصل ہو، جس پر بحث کرنے اور اس میں حق کی وضاحت کرنے کے لئے ہم مجبور ہوئے ہیں، ان شبہات کا مدار ایک تاریخی نقل اور تین احادیث نبویہ پر ہے، ان شبہات کے ابھارنے والے اور اجاگر کرنے والے سیوطی عفر اللہ تعالیٰ لنا ولہ ہیں، حالانکہ وہ اس طرح کی چیزوں سے مستغنی ہو سکتے تھے، وہ دسویں صدی کے علماء میں سے ہیں جو فتنوں اور آزمائشوں کا زمانہ تھا، تعجب یہ ہے کہ ان شبہات پر وہ مسرور ہیں، اور ان پر فخر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ! مجھے شریعت میں میلاد کی اصل مل گئی اور میں نے اس کی تخریج کر لی ہے[1]

لیکن سیوطی سے اس طرح کی باتوں کا کچھ تعجب نہیں، جب کہ ان کے متعلق کہا گیا ہے وہ "حاطب لیل" ارات کے اندھیروں میں لکڑی جمع کرنے والے کی طرح میں) شئے اور ضد

---

[1] الحاوی فی الفتاوی للسیوطی۔

شئے دونوں ہی جمع کر دیتے ہیں۔

پہلا شبہ : تاریخ میں ایک واقعہ[1] منقول ہے کہ بد نصیب ابو لہب کو خواب میں دیکھا گیا، خیریت پوچھی گئی، تو کہا کہ آگ کے عذاب میں مبتلا ہوں، البتہ ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے اور اپنی دو انگلیوں کے درمیان سے انگلی کے سرے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اتنی مقدار میں پانی چوس لیتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی باندی ثویبہ نے ان کو اس کے بھائی عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر دی، جس نے آپ کو دودھ بھی پلایا تو اس نے ان کو آزاد کر دیا، یہ شبہ بچند وجوہ رد اور باطل ہے۔

۱۔ اہلِ اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت کسی کے خواب سے نہیں ثابت ہوتی، خواہ خواب دیکھنے والا اپنے ایمان و علم وتقوی میں کیسے ہی درجہ کا ہو مگر یہ کہ اللہ کا نبی ہو اس لئے کہ انبیاء کا خواب وحی ہے اور وحی حق ہے۔

۲۔ اس خواب کے دیکھنے والے حضرت عباس بن عبد المطلب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے نے بالواسطہ روایت

---

[1] اس مسئلہ کو فتح الباری میں دیکھو، اس میں اس پر اچھی بحث کی ہے۔

کیا ہے، اس لئے یہ حدیث مرسل ہے اور حدیث مرسل نہ قابل استدلال ہے، اور نہ اس سے کسی عقیدہ اور عبادت کا ثبوت ہوتا ہے، ساتھ ہی یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت عباس نے یہ خواب اسلام لانے سے پہلے دیکھا ہو، اور کافر کا خواب بحالت کفر بالاجماع قابل استدلال نہیں۔

۳۔ سلف و خلف میں سے اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ کافر اگر کفر ہی کی حالت میں مرجائے تو اس کو اس کے نیک اعمال کا ثواب نہ ملے گا، اور یہی حق بھی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [۱]	اور ہم نے توجہ کی ان اعمال کی طرف، جو انھوں نے کئے، پس ہم نے اس کو منتشر غبار بنادیا

نیز ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا [۲]	یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا، اور اس کے سامنے حاضری کا انکار کیا، پس ان کے اعمال غارت ہوگئے، پس ہم قیامت کے دن ان کا کوئی وزن نہ قائم کریں گے

[۱] سورہ فرقان آیت ۲۳

[۲] سورہ کہف آیت ۱۰۵

اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن جدعان کے بارے میں جو ہر سال موسم حج میں ایک ہزار اونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور ایک ہزار جوڑے پہناتا تھا، اور جس نے حلف الفضول کے لئے اپنے گھر دعوت دی تھی، سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ اعمال اس کو نفع دیں گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "نہیں، اس لئے کہ اس نے کسی دن بھی یہ نہ کہا کہ اے میرے پروردگار. قیامت کے دن میری خطا معاف کر دے" اس جواب سے اس خواب کی عدم صحت یقینی طور پر ثابت ہوگئی اور اب یہ خواب نہ دلیل بن سکتا ہے اور نہ اشتباہ کی چیز۔

۴۔ ابو لہب نے اپنے بھتیجے کی ولادت پر جو خوشی منائی وہ ایک طبعی خوشی تھی، تعبدی خوشی نہ تھی، کیونکہ ہر انسان اپنے یا اپنے بھائی یا اپنے رشتہ دار کے یہاں ولادت ہونے سے خوش ہوتا ہے، اور خوشی اگر اللہ کے لئے نہ ہو تو اس پر ثواب نہیں ملتا، یہ چیز اس روایت کو ضعیف اور باطل قرار دیتی ہے، لیکن اپنے نبی سے مومن کی خوشی ایک ایسی حقیقت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، اور اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی،

کیوں کہ وہ اس کی محبت کا لازمہ ہے، اور جب یہ ہے تو ہم اس کے لئے سالانہ یادگار کیوں منائیں گے کہ اس کے ذریعہ ہم اس کے اندر محبت پیدا کریں، لاریب یہ باطل معنی ہے اور بالکل بے وزن بے حیثیت شبہ ہے اس سے کوئی ایسا حکم شرعی کیسے ثابت ہو سکتا ہے، جس کو اللہ تعالٰے نے کسی عجز و نسیان کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے مؤمن بندوں پر فضل و رحمت کی وجہ سے مشروع نہیں فرمایا، فلہ الحمد و لہ المنۃ۔

<u>دوسرا شبہ</u>: روایت ہے کہ امت کے لئے عقیقہ کی مشروعیت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ فرمایا[1] چونکہ آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کا عقیقہ کیا تھا، اور عقیقہ دو بار نہیں کیا جاتا، اس لئے یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنی ولادت کے ادائے شکر کے لئے یہ کیا، کیا اس صورت میں اس کو بدعت مولود کی اصل بنایا جا سکتا ہے؟ یہ اشتباہ تو پہلے اشتباہ سے بھی زیادہ کمزور، بے قیمت اور بے وزن ہے، کیونکہ یہ محض اس احتمال پر مبنی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کی نعمت کے شکریہ میں

---

[1] مجھے نہیں معلوم کہ یہ روایت کس سے مروی ہے اور اس کی اسناد (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

عقیقہ فرمایا، لیکن یہ احتمال ظن سے بھی زیادہ گیا گزرا ہے، اور ظن سے احکام شرائع کا ثبوت نہیں ہوتا، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں: "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "إياكم و الظن فإن الظن أكذب الحديث[1]" (تم بدگمانی سے بچو، اس لئے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے)۔

دوسری بات یہ کہ کیا یہ ثابت ہے کہ اہلِ جاہلیت کے یہاں عقیقہ مشروع تھا، اور وہ عقیقہ کیا کرتے تھے، تاکہ ہم یہ کہہ سکیں کہ عبد المطلب نے اپنے پوتے کا عقیقہ کیا، اور کیا اسلام میں اعمالِ اہلِ جاہلیت کا کچھ شمار و اعتبار ہے کہ اس کی بنیاد پر ہم یہ کہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ ادائے شکر کے لئے کیا تھا، سنتِ عقیقہ کی ادائیگی کے لئے نہیں کیا تھا، کیونکہ یہ عقیقہ تو پہلے ہو چکا تھا؟؟ سبحان اللہ! کس قدر عجیب و غریب استدلال ہے!! اور اگر یہ ثابت ہو جائے

(بقیہ حاشیہ) کیا ہے، اس کو سیوطی نے بصیغۂ تمریض ذکر کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے [1] رواہ مالک، بخاری و مسلم۔

[1] رواہ مالک، بخاری و مسلم۔

کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود پیدائش کی نعمت کے شکریہ میں بکری ذبح کی تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے یوم ولادت کو جشن و عید کا دن بنا لیا جائے؟ اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی دعوت کیوں نہ دی، اور ان اقوال و اعمال کو کیوں نہ بیان فرمایا جو ان کے لئے واجب میں؟ جیسا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے احکام بیان فرمائے۔ کیا آپ بھول گئے یا آپ نے کتمان فرمایا، حالانکہ آپ تبلیغ پر مامور تھے؟ اے اللہ تیری ذات پاک ہے، بے شک تیرے رسول نہ بھولے اور نہ انہوں نے کتمان کیا، لیکن یہ انسان ہی بڑا جھگڑالو ہے!!

تیسرا شبہ: صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا[1] اور اس کا حکم فرمایا اور آپ سے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا، تو فرمایا کہ "یہ ایک اچھا دن ہے، اللہ تعالے نے اس دن موسیٰ اور بنی اسرائیل کو نجات دی۔ الخ" اس حدیث سے اشتباہ کی تقریر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی

---

[1] عاشوراء کا روزہ صحاح اور سنن سے ثابت ہے۔

نجات کے شکریہ میں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو روزہ کا دن نہیں، بلکہ کھانے پینے اور خوشی منانے کا دن بنائیں کس قدر عجیب ہے یہ الٹی کھوپڑی، خدا کی پناہ! کیوں کہ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم روزہ رکھیں جس طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا، نہ یہ کہ دستر خوان لگائے جائیں، اور ڈھول تاشے سے خوشیاں منائی جائیں۔ کیا اللہ تعالےٰ کا شکر عیش و مستی اور دعوتیں اڑا کر ادا کیا جاتا ہے، بالکل نہیں، ہرگز نہیں، پھر یہ کہ کیا ہم کو یہ حق ہے کہ ہم اپنے لئے روزہ وغیرہ مشروع کریں۔ ہمارے ذمہ تو صرف اتباع اور اطاعت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا، تو اس دن کا روزہ سنت ہو گیا، اور اپنے یوم ولادت کے بارے میں خاموش رہے اور اس میں کچھ بھی مشروع نہیں فرمایا، تو ہمارے اوپر بھی واجب ہے کہ ہم بھی اسی طرح خاموش رہیں اور اس میں روزہ نماز وغیرہ مشروع کرنے کی کوشش نہ کریں، اور لہو ولعب یا کھیل کود کا تو کیا ذکر۔

چوتھا شبہ: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بروایت صحیحہ ثابت

ہے کہ آپ دوشنبہ اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے[1]، اور اس کی علت اور وجہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ " دوشنبہ کا دن تو وہ دن ہے، جس میں میں پیدا ہوا ہوں اور اسی دن میں مبعوث ہوا ہوں، اور جمعرات کا دن تو یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالےٰ کے سامنے اعمال پیش ہوتے ہیں، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے رب کے سامنے میرا عمل پیش ہو تو میں روزے سے رہوں "

ان لوگوں کے نزدیک وجہ اشتباہ جس کی بناء پر میلاد کی بدعت نکالی ہے یہ ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے دن روزہ رکھا اور علت یہ بیان فرمائی کہ " إنه يوم ولدت فيه و بعثت فيه " (یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور مبعوث ہوا) یہ اشتباہ اگرچہ پہلے کے اشتباہات سے بھی زیادہ کمزور ہے تاہم بچند وجوہ باطل اور مردود ہے۔

اوّلؔ یہ کہ جب محفل میلاد کے منعقد کرنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعمتِ ولادت پر

---

[1] رواہ ابن ماجہ وغیرہ وہو صحیح۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، تو اس صورت میں عقل و نقل کا تقاضا یہ ہے کہ یہ شکر اسی نوع کا ہو، جس نوع کا شکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یعنی آپ نے روزہ رکھا تو ہمیں بھی آپ کی طرح اس روز روزہ رکھنا چاہیئے، اور جب ہم سے پوچھا جائے تو ہم کہیں کہ یہ ہمارے نبی کی ولادت کا دن ہے اس لئے ہم شکر الٰہی ادا کرنے کے لئے آج کے دن روزہ رکھتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ میلاد والے روزہ ہرگز نہ رکھیں گے، کیونکہ روزہ میں نفس کو لذتِ کام و دہن سے محروم کرکے نفس کی اصلاح کی جاتی ہے، اور ان لوگوں کا مقصود یہی لذتِ کام و دہن ہے، اس لئے غرض متعارض ہو گئی چنانچہ انہوں نے اپنی پسند کو اللہ کی پسند پر ترجیح دی اور اہلِ عقل کے نزدیک یہ لغزش ہے۔

دوم[۲] یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت کے دن روزہ نہیں رکھا جو کہ بارہویں ربیع الاول ہے، اگر یہ روایت ثابت ہو، بلکہ آپ نے دوشنبہ کے دن روزہ رکھا ہے، جو ہر مہینہ میں چار یا چار سے زاید مرتبہ آتا ہے، اس بنا پر بارہویں ربیع الاوّل کو کسی عمل کے لئے مخصوص کرنا اور ہر ہفتہ

آنے والے دوشنبہ کو چھوڑ دینا شارع علیہ السلام کے عمل کی تصحیح اور استدراک سمجھا جائے گا، اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ بہت بُرا ہے۔ معاذ اللہ۔

سوّم یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ولادت اور تخلیق اور تمام انسانوں کی طرف بشیر ونذیر ہوکر مبعوث ہونے کے شکریہ میں دوشنبہ کے دن روزہ رکھا تو کیا آپ نے روزے کے ساتھ کوئی محفل اور تقریب بھی کی جیسا کہ یہ میلادی لوگ کیا کرتے ہیں کہ بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے، مدحیہ اشعار اور نغمے ہوتے ہیں اور کھانا پینا ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ نہیں، بلکہ صرف روزے پر اکتفا فرمایا، تو پھر کیا امت کے لئے وہ کافی نہیں جو اس کے نبی کے لئے کافی ہے؟ کیا کوئی عقلمند اس کے جواب میں یہ کہہ سکتا ہے کہ نہیں پھر شارع کے خلاف کوئی عمل گھڑنے اور ان سے آگے بڑھنے کی یہ جرأت کیوں؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[1]	اور رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

اور فرماتے ہیں:

---

[1] سورہ حشر آیت ۷

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [1]	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ھیں کہ "إیاکم و محدثات الأمور فإن کل محدثه بدعة، و کل بدعة ضلالة" (تم نئے ایجاد کئے ہوئے امور سے بچو، اس لئے کہ (دین میں) نئی ایجاد کی ہوئی ہرچیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے) اور فرماتے ہیں کہ "إن الله حد حدودا فلا تعتدوها، وفرض لکم فرائض فلا تضیعوها، وحرم أشیاء فلا تنتهکوها، و ترك أشیاء فی غیر نسیان ولکن رحمة لکم فاقبلوها ولا تبحثوا عنها [2]" (اللہ تعالیٰ نے کچھ حدیں مقرر فرمائی ہیں تم ان سے تجاوز مت کرو، اور تمہارے لئے کچھ فرائض مقرر کئے ھیں، انہیں ضائع مت کرو، اور کچھ چیزیں حرام کی ھیں، ان کی حرمت کو نہ ختم کرو، اور کچھ چیزیں بغیر کسی بھول کے (یوں ہی) تمہارے اوپر رحم کرتے ہوئے چھوڑ دی ھیں، ان کو قبول کر لو اور ان کے بارے میں کھود کرید نہ کرو)۔

---

[1] سورہ حجرات آیت ۱

[2] أخرجه ابن جریر ورواه الحاکم وصححه عن أبی ثعلبة الخشنی رضی اللہ عنہ۔

نعم البدل

معزز قارئین ! اگر یہ کہا جائے کہ آپ نے تو اپنے دلائل اور براہین کی بھر مار سے بدعت مولود کو باطل کر دیا، لیکن اس بدعت کا جو کہ بہرحال بعض نیکیوں سے خالی نہیں، بدل کیا ہے ؟ تو آپ ان کہنے والوں سے کہیں کہ اس کا نعم البدل یہ ہے کہ واقعہ پیدائش اور نسب شریف اور شمائل محمدیہ کے واقعات کا جائزہ لینے کے بجائے مسلمانوں کو چاہیئے کہ سنجیدہ بنیں اور کرنے کے کام میں لگیں، ہر روز مغرب کے بعد عشا تک اپنی اپنی مسجدوں میں کسی عالمِ دین کے پاس بیٹھیں جو ان کو دین کی تعلیم دے اور ان کے اندر دین کی سمجھ پیدا کرے، اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں، اور پھر وہ نسب شریف بھی جان جائیں گے اور شمائل محمدیہ بھی پڑھ لیں گے اور اُسوہ حسنہ سے بھی متصف ہو جائیں گے اور اس طرح یقینی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار اور سچے عاشق ہو جائیں گے، محض زبانی دعویدار نہ ہوں گے۔

اور ذکر اور تلاوت قرآن کا بدل یہ ہے کہ صبح و شام اور رات کے پچھلے پہر کے لئے وظائف ہوں، صبح کا وظیفہ ہو "سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم أستغفر الله" سو بار، اور "لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير" سو بار، اور شام کا وظیفہ ہو "أستغفر الله لي ولوالدي وللمؤمنين والمؤمنات" سو بار، اور سو بار درود شریف[1] اور رات کے پچھلے پہر کا وظیفہ یہ ہے کہ آٹھ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں چوتھائی پارہ قرآن شریف پڑھے اور اپنی نماز تین رکعتوں پر ختم کرے، دو رکعتوں میں ایک رکعت اور ملا کر اس کو وتر بنا دے۔ اور ساتھ ہی مسجدوں میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پابندی کرے، خاص طور سے عصر اور فجر کی، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ "من صلى البردين دخل الجنة"[2] (جس نے عصر اور فجر کی نماز پڑھ لی وہ جنت میں داخل ہو گیا)۔

اور قصائد و اشعار سننے کا بدل یہ ہے کہ اچھے اور بہترین قاریوں مثلاً یوسف کامل بہتیمی، منشاوی، صیفی، دروی اور طبلاوی وغیرہ کے کیسٹ رکھے، اور جب کچھ گھٹن اور خشکی محسوس کرے تو

[1] یہ وظائف اور ان کی تعداد صحاح وسنن میں ثابت ہے، اسی طرح پچھلی رات کی نماز (تہجد) بھی ثابت ہے۔ [2] رواہ الشیخان۔

ٹیپ ریکارڈر کھول کر قرائتِ قرآن کو غور سے سنے کہ اس سے سچی اور اچھی طرب اورخوشی پیدا ہوگی جو شوق الی اللہ کو ابھارے گی اور اللہ تعالٰی کی طرف رغبت پیدا کرے گی۔

اب رہا دوست، احباب اور بھائیوں کو کھانا کھلانا تو اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور طریقہ بھی معروف و مشہور ہے، عوام الناس کہتے ھیں "من بید کل یوم عیدٌ[1]" (جس کے جیب میں مال ہے اس کا ھر دن عید ہی ہے) یہ کھلانا پلانا کچھ تقریب و محفل اور طاعت وعبادت پر ہی نہیں موقوف ہے، کھانا پکا کے غریبوں کو بلکہ امیروں کو بھی دعوت دے، خود کھائے، اور اللہ کا شکر ادا کرے، جو شخص اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، اللہ تعالٰے اس کو اور دیتا ہے، واللہ خیر الشاکرین۔

---

[1] اس عبارت کی اصل یہ ہے" من بیدہ المال فکل یوم عیدہ " اس لئے اس مثل کے دونوں دالوں کو اشباع کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، کیونکہ اشباع دونوں محذوف ضمیروں کے عوض میں ہے۔

مولود کا قابلِ مذمت غلو

جو چیز رنج اور افسوس دونوں کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے میلادی اور میلاد کو اچھا سمجھنے والے لوگ ہیں جن میں کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اس بدعت کی تعظیم و تکریم میں اس حد تک غلو اختیار کر رکھا ہے کہ جو لوگ اس کو بدعتِ ضلالت کہتے ہیں وہ ان کو کافر اور دین سے خارج تک کہنے سے پرہیز نہیں کرتے ، وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتا ہے یا آپ سے محبت نہیں رکھتا ، کیوں ؟ اس لئے کہ وہ میلاد کو نہیں پسند کرتا ، یا محفلِ میلاد کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرے یا آپ سے محبت نہ کرے وہ باجماع مسلمین کافر ہوجاتا ہے ، اس لئے یہ کہنا کہ فلاں شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں کرتا ، یہ اس فلاں شخص کو کافر کہنا ہے ، اور مسلمان کی تکفیر

کسی بھی حال میں نہیں جائز ہے، حالانکہ یہ بھی معلوم ہے کہ مؤمن صالح ہی بدعت پر نکیر کرتا اور اس سے منع کرتا ہے اور اس سے ڈراتا ہے، پھر اس کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے یا اس پر کفر کا اتہام کس طرح لگایا جا سکتا ہے، خدا کی پناہ، اس بدعت میں غلو کرنے والے ان لوگوں نے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بالکل آنکھ ہی بند کر لی ہے جو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ "جب آدمی اپنے بھائی سے کہے، اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ قول لوٹے گا، پس اگر ویسا ہی تھا، جیسا اس نے کہا ہے (تو خیر) ورنہ یہ اسی (کہنے والے) پر لوٹ پڑے گا"، اور گویا یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بہرے ہو گئے ہیں جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ "جس نے کسی کو کفر کے ساتھ بلایا یا کہا، اللہ کے دشمن! اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ اسی (کہنے والے) پر لوٹ جائے گا۔" کسی کے ساتھ یہ رویہ رکھنا واقعی بہت تعجب خیز ہے۔

مسلمان کا تو مسلمان پر یہ حق ہے کہ اگر وہ نیکی ترک کر دے تو وہ اس کو نیکی کا حکم کرے اور اگر وہ برائی اور خلاف شرع

کام کا ارتکاب کرے تو وہ اس کو روکے اور منع کرے، لیکن حال یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا حق ادا کرتا ہے اور اس کو نیکی کا حکم کرتا اور بری بات سے روکتا ہے تو اس کا یہ بھائی اس کو کافر کہہ کر بدترین بدلہ دیتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس کا سبب درحقیقت مسلمانوں کی بدحالی اور ان کے قلوب و اخلاق کا بگاڑ ہے، کیونکہ وہ اسلامی تربیت سے دور ہیں، جس پر مسلمانوں کی حیات کا دار و مدار ہے، اور ان کی سعادت وکمال کا سبب ہے، اس لئے کہ یہ تربیت صدیوں سے معدوم ہوچکی ہے، اور افسوس کہ ان کے درمیان اب کوئی ایسی شخصیت بھی نہیں ہے جو تربیت کا فریضہ انجام دے، حالانکہ یہ امت محمد روحانی اور اخلاق تربیت کی بیحد محتاج اور ضرورت مند ہے، کیوں کہ آغازِ اسلام میں اس کے کمال وسعادت کا راز یہی تربیت تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ	وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا، جو انکو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں، اور

وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ؕ[۱]	ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں سکھاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا جو تزکیہ فرماتے تھے وہ یہی تھا کہ علوم و معارف کے ذریعہ روزانہ جو غذا آپ ان کو عطا فرماتے تھے، اس سے ان کے نفوس کمالات اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہوتے رہتے تھے اور انہیں سنن و آداب کا خوگر بناتے تھے یہاں تک کہ وہ حضرات کامل اور طاھر ہوگئے، اور آپ کے بعد آپ کے رفقاء اور اصحاب نے ان تمام ممالک اور شہروں کے مسلمانوں کی تربیت کا کام انجام دیا، جہاں جہاں وہ حضرات گئے، پھر ان حضرات کے بعد ان کے تلامذہ یعنی تابعین نے اور ان کے بعد تبع تابعین نے یہ کام انجام دیا اور اس طرح امتِ اسلامیہ کامل ومکمل، طاہر اور منتخب قوم ہوگئی، یہاں تک کہ ان کے درمیان سے یہ تربیت اور تربیت کرنے والے لوگ ختم ہوگئے، جس کے نتیجہ میں ایک لاقانونیت اور ہنگامہ کا دور آگیا، شہوات اور خواہشات

---

[۱] سورہ جمعہ، آیت ۲۔

نفسانی نے اس میں اپنا حصہ لگا لیا، اور پھر ایک دن وہ آیا کہ اس امت کی تربیت کے ذمہ دار وہ لوگ ہو گئے جو اس کے اہل نہیں تھے، انہوں نے اس کی بد حالی اور بگاڑ میں اور اضافہ کر دیا، جو ستم بالائے ستم اور نہلہ پہ دہلہ تھا۔

آخر میں اپنے اس مسلمان کو جو اس بدعت پر مصر ہے اور جس کے لئے اس کا چھوڑنا دشوار ہے، کیوں کہ وہ اس کے جواز یا اس کے فائدہ اور نفع سے مطمئن ہے یا اس وجہ سے کہ وہ ایک زمانہ سے اس کا خوگر ہو چکا ہے، یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے اس مسلمان بھائی کو جو اس کو اس سے روکے یا اس پر نکیر کرے معذور جانے، کیوں کہ اس کو اس ذات گرامی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جن کے لئے یہ محفل سجائی جاتی ہے یہ حکم ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "تم میں سے جو شخص کوئی منکر (خلاف شرع کام) دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے، پس اگر یہ نہ کر سکے تو زبان سے، اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے[1]" اور فرمایا "تم ضرور معروف (نیک کاموں) کا حکم دو گے، اور منکر (خلاف شرع کاموں)

---

[1] مسلم۔

سے روکو گے، ورنہ اللہ تمہارے اوپر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعا کرو گے، اور وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے گا[1]۔

مسلمان کے ذمہ یہ لازم ہے کہ جب اس کا بھائی اس کو کسی اچھی بات کا حکم دے یا بُری بات سے روکے، یا کسی اچھے کام کے کرنے کی اور بُرے کام سے رکنے کی نصیحت کرے تو وہ اس کو مانے اور تسلیم کرے، یا خوبصورتی کے ساتھ اس کا جواب دے، مثلاً یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھی جزاء دیں، آپ نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے، میں گناہگار ہوں، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے، یا یوں کہہ دے کہ! یہ بدعت ہے، لیکن میں نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس کو ثابت کیا ہے یا اس پر عمل کیا ہے یا انہوں نے اس کو جائز کیا ہے، میں نے انہی کا اتباع کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے مواخذہ نہ فرمائیں گے۔

مسلمانوں کو اسی طرح رہنا چاہیئے، یہ نہیں کہ خواہش نفسانی کے پیچھے اور اپنی رائے کی ضد میں اور دین میں ناحق غلو کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کافر بنائیں اور لعنت کریں، اختلاف، نفاق اور بد اخلاقی سے اللہ کی پناہ۔

---

[1] رواہ احمد والترمذی وحسنہ۔

بیجا حمایت اور سختی

خود[1] اپنے ساتھ انصاف کے تقاضہ سے یہ بات جان لینا اور کہہ دینا ضروری ہے کہ اکثر لوگ جو محفل میلاد کرتے ہیں، تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی میں کرتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا عین دین و ایمان ہے ، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہو اس سے محبت کرنا واجب ہے ، اس لئے کسی مسلمان کے لئے یہ درست اور جائز نہیں ہے کہ مسلمان بھائی سے محض اس طرح کی بدعت کی وجہ سے بغض اور دشمنی رکھے ، جو خود اس کے ملک میں اور عالمِ اسلامی میں ہیں کیونکہ اس بدعت کے ارتکاب پر ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان میں حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ حضرت عمار نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جس نے ان کو جمع کر لیا، اس نے ایمان کو جمع کر لیا، خود[1] اپنے ساتھ انصاف کرنا، اور عالم[2] سے سلام کرنا، اور[3] تنگی کے باوجود خرچ کرنا، بظاہر یہ حدیث موقوف ہے، لیکن مرفوعاً روایت ہے ۔

ساتھ جذبہ محبت اور اللہ تعالےٰ کے قرب کے حصول کے جذبہ نے ہی ابھارا اور آمادہ کیا ہے، اگر ایسا نہ ہوا تو یہ زیادتی ہوگی جو ایسے موقع پر مناسب نہیں ہے ۔

اور جس طرح اس سے بغض و دشمنی صحیح نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ محفل میلاد کرنے یا اس محفل میں شریک ہونے کی بنا پر کسی کو مشرک اور کافر کہا جائے، کیونکہ اس جیسی بدعت کرنے والے یا ایسی بدعت میں شریک ہونے والے کی تکفیر نہیں کی جاتی، اور مسلمان پر کفر یا شرک کا داغ لگانا معمولی بات نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حدیثیں گزرچکی ہیں، اس لئے اے مسلمان! اس میں غلو اور ظلم نہ ہونے پائے، بلکہ عدل و انصاف قائم رکھنا چاہئے، ورنہ باھم ایک دوسرے کو لعنت کرنے سے امت کی اس حیثیت کو نقصان پہنچے گا کہ وہ حق کی رہنما اور عدل کا معیار ہے۔

بدعت میلاد کے ارتکاب کرنے والے مسلمان کے سلسلہ میں جو ذمہ داری ایک مسلمان پر عائد ہوتی ہے، وہ صرف یہ ہے کہ وہ اس کو حکم شرعی بتادے، پھر اس کو نرمی کے ساتھ سمجھائے کہ وہ اس بدعت کو چھوڑ دے اور اس پر واضح کرے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ بدعت ہے، اور ھر بدعت گمراہی

ہے ، اور گمراہی اور ضلالت ہدایت کی ضد ہے ، اور اگر وہ نہ مانے تو پھر اس کو نرمی ہی کے ساتھ سمجھائے اور اس کے فعل کی بہت زیادہ شناعت اور مذمت نہ کرے، تاکہ اس کی وجہ سے اس کے اندر عناد اور ضد نہ پیدا ہوجائے ،کہ اس سے وہ خود بھی ہلاک ہو گا ، اور اس کے ساتھ یہ بھی ہلاک ہو جائے گا، کیونکہ یہ اس کی ہلاکت کا سبب بنا ہے ، اور اس طرح دونوں ہلاکت کے گھاٹ اتر جائیں گے ،کسی امر ناگوار کی براہ راست تردید کرنے سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پرہیز فرمایا کرتے تھے ، بلکہ اس طرح فرماتے کہ " ما بال أقوام يقولون كذا وكذا ويريدون أن يفعلوا كذا وكذا " (لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ یہ باتیں کہتے ہیں اور ایسا ایسا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں) .

وجہ یہ ہے کہ انسانی طبیعت اسی طرح واقع ہوئی ہے کہ وہ امر ناگوار کا سامنا نہیں کر سکتی ،خواہ خود اس امر کا ارتکاب ہی کیوں نہ کرلے ۔ اللہ تعالے امام شافعی پر رحمت نازل فرمائیں ، ان کا یہ قول منقول ہے کہ " من نصح أخاه سراً فقد نصحه و من نصحه علناً فقد فضحه" (جس نے اپنے بھائی کو چپکے سے نصیحت کی تو اس نے نصیحت کی اور جس نے اعلانیہ نصیحت کی تو اس نے اس کو رسوا کیا)۔

یہ سب اس وقت ہے جب کہ بدعت کے اندر مشرکانہ اعمال اور اقوال نہ ہوں، مثلاً غیر اللہ کو پکارنا، اور ان سے فریاد چاہنا، اور غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا یا غیر اللہ کے سامنے ایسے خشوع اور عاجزی کے ساتھ کھڑا ہونا جس طرح اللہ کے سامنے کھڑا ہوا جاتا ہے۔

یہ تو صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی خوشی کا اظہار ہے اور نعمتِ اسلام پر جس کو لے کر اللہ تعالے نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اللہ تعالے کے ادائے شکر کے لئے کھانا کھلاتا ہے، یا سیرت پاک کا کچھ حصہ پڑھنا یا بعض ایسے مدحیہ اشعار کا پڑھنا ہے جو شرک اور غلو سے خالی ہوں اور جس میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو، اور نہ کسی منکر، خلاف شرع امر کا وجود ہو اور نہ کسی حکم شریعت کو ترک کیا جائے، مثلاً نماز کا ترک کر دینا، یا وقت سے موخر کر دینا یہ سب چیزیں نہ ہوں۔

لیکن اگر اس بدعت کے ساتھ کچھ مشرکانہ اقوال یا افعال ہوں یا اس کے اندر باطل اور فساد ہو تو ایسی صورت میں اس پر نکیر کرنے والے مسلمان پر نکیر کرنے میں تشدد اور سختی ضروری اور لازم ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس طرح کا

کم یا زیادہ خلاف شرع کام ہو رہا ہے اسی لحاظ سے وہ بھی سختی اختیار کرے، اور اس کے اوپر یہ لازم ہے کہ اس شرک وغیرہ حرام کاموں کے ترک کر دینے کا مطالبہ کرے، اگرچہ اس میں قطع تعلق ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے، حضرات سلف صالحین جب کسی کو دیکھتے کہ وہ خلاف شرع کام کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس پر نکیر کرتے اور اگر وہ اس پر اصرار کرتا تو اس سے تعلق منقطع کر لیتے، یہاں تک کہ وہ اس کام سے باز آجائے، اگرچہ اس زمانہ میں اور آج کے زمانہ میں ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ اس زمانہ میں قطع تعلق مفید نہیں ہے، کیونکہ یہ قطع تعلق پوری طرح نہیں ہوتا، جو اس شخص پر اثر انداز ہو، اس لئے قطع تعلق کے ساتھ ساتھ اس کو دعوت دیتے رہنا اور ادائے فرض اور ترک حرام کے لئے کہتے رہنا یہ زیادہ مفید اور نافع ہے۔

خلاصہ یہ کہ بدعت میلاد اکثر مشرکانہ افعال و اقوال اور محرمات سے خالی ہوتی ہے، تو اس صورت میں حکم شریعت بتا کر اور ترک بدعت کی ترغیب دے کر، نرمی کے ساتھ اس پر نکیر کی جائے، کیوں کہ وہ اس کو ایمان اور حصولِ ثواب کے جذبہ ہی سے کرتا ہے، اس لئے لوگوں کی نیتوں اور ان کے جذبات کی رعایت

کی جائے گی ، اور یہ وہ حکمت ہے جس کا حکم أمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں مسلمانوں کو دیا گیا ہے ۔

لیکن جب اس بدعت کے ساتھ شرک وباطل یا شر و فساد موجود ہو تو جیسا شرک و فساد ہو اسی کے لحاظ سے اس پر نکیر بھی کی جائے گی ، اور اس میں یہ جذبہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی کا حق ادا ہو گا ، اور مسلمانوں کی خیرخواہی اور دنیا و آخرت میں ان کے کمال و سعادت کے لئے دین پر ان کی استقامت میں تعاون کی ذمہ داری ادا ہو گی ۔

واللہ من وراء القصد وهو المستعان وعليه وحده التكلان ۔

خاتمہ

ممکن ہے کہ اس رسالہ کے کچھ قارئین یہ سوال کریں کہ جب میلاد نبوی شریف تمام بدعتوں کی طرح ایک بدعت حرام ہے تو علماء اس کی طرف سے خاموش کیوں رہے اور اس کو یوں چھوڑ کیوں دیا کہ بدعت پھیل اور رواج پاگئی اور اس طرح ہو گئی کہ گویا یہ اسلامی عقائد کا ایک جزء ہے، کیا ان پر یہ لازم نہیں تھا کہ وہ اس معاملہ کی سنگینی اور اس کے جڑ پکڑنے سے پہلے ہی اس پر نکیر کرتے، ان حضرات نے ایسا کیوں نہ کیا۔؟؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس بدعت کے پیدا ہونے کے دن ہی سے علماء نے اس پر نکیر کی اور اس کی تردید میں رسالے لکھے، جو شخص ابن الحاج کی "المدخل" سے واقف ہوگا وہ اس کو بخوبی جان سکتا ہے، انہی اہم رسالوں میں سے علامہ تاج الدین عمر بن علی لخمی سکندری فاکہانی مالکی مصنف "شرح الفاکہانی علی رسالہ ابن ابی زید قیروانی" کا رسالہ "المورد فی الکلام علی المولد" ہے، ہم اس کی عبارت اس خاتمہ میں درج کریں گے، یہ اور بات ہے کہ قومیں اپنے انحطاط کے زمانہ میں جس قدر شر و فساد کی دعوت پر لبیک کہنے میں قوی ہوتی ہیں اسی

نسبت سے خیر و اصلاح کی دعوت قبول کرنے میں ضعیف
اور کمزور ہوتی ہیں، اس لئے کہ بیمار جسم میں معمولی تکلیف
بھی اثر کر جاتی ہے، اور تندرست جسم پر بڑی سے بڑی اور
طاقتور تکلیف بھی اثر انداز نہیں ہوتی اس کی محسوس مثال یہ ہے کہ
صحیح سالم اور مضبوط دیوار کو پھاوڑے اور کلہاڑے بھی گرانے
سے عاجز رہ جاتے ہیں اور گرتی ہوئی دیوار ہوا کے جھونکے اور
پیر کے دھکے سے بھی گر جاتی ہے، اس لئے اسلامی معاشرہ
کے اندر اس بدعت کا وجود اور اس کا جڑ پکڑ لینا علماء
کے اس پر نکیر نہ کرنے کی دلیل نہیں ہے، اور یہ تاج الدین فاکہانی
کا رسالہ جس کو ہم پیش کر رہے ہیں اس پر شاھد ہے۔

علامہ فاکہانی رحمہ اللہ تعالیٰ حمد وثنا کے بعد فرماتے
ہیں! امابعد، دین حق پر عمل کرنے والوں کی ایک جماعت نے
کئی بار اس اجتماع کے بارے میں سوال کیا جو بعض لوگ ماہِ
ربیع الاول میں "مولد" کے نام سے کرتے ہیں، کہ کیا شریعت
میں اس کی کوئی اصل ہے یا یہ بدعت اور دین میں نئی ایجاد
ہے۔؟ اور ان لوگوں نے اس کا واضح اور متعین جواب طلب
کیا۔ جواب میں عرض کرتا ہوں، اور اللہ ہی توفیق دینے والا
ہے۔ کہ مجھے اس میلاد کی کوئی اصل کتاب وسنت سے

نہیں ملی ، اور ان علمائے امت میں سے کسی کا اس پر عمل بھی منقول نہیں ہے ، جو دین کے رہنما اور سلف متقدمین کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں ، بلکہ یہ بدعت ہے ، جس کو اہلِ باطل نے نکالا ہے اور نفس کی شہوت ہے ، جس کی طرف پیٹ کے پجاریوں نے توجہ اور اہتمام کیا ہے ، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم اس کے اوپر اسلام کے پانچوں احکام کو منطبق کریں گے تو کہیں گے کہ یا تو یہ واجب ہے ، یا مندوب ہے ، یا مباح ہے ، یا مکروہ ہے ، یا حرام ہے ۔ واجب تو یہ بالاجماع نہیں ہے اور نہ مندوب ہے ، اس لئے کہ مندوب کی حقیقت یہ ہے کہ شریعت اس کو طلب کرے اور اس کے ترک پر مذمت نہ ہو ، اور اس کی نہ شارع نے اجازت دی اور نہ صحابہ نے اس کو کیا اور نہ تابعین نے اور نہ علمائے متدینین نے جیسا کہ مجھے معلوم ہے ۔ اگر مجھ سے سوال کیا جائے تو یہی جواب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی دوں گا ، اور نہ اس کا مباح ہونا ہی ممکن ہے ، کیوں کہ دین میں نئی بات پیدا کرنا باجماع مباح نہیں ہے ، تو اب مکروہ یا حرام ہونے کے علاوہ کوئی اور صورت باقی نہ رہی ، اور اب کلام دو ہی حالتوں میں ہوگا ، اور دونوں حالتوں میں فرق واضح ہو جائے گا ۔

اوّل یہ کہ کوئی شخص اپنے مال سے اپنے اہل و عیال اور دوستوں کے لئے یہ کرے اور اس اجتماع میں وہ لوگ کھانا کھانے سے زیادہ اور کچھ نہ کریں اور کسی گناہ کا ارتکاب نہ کریں، یہ وہ صورت ہے جس کو ہم نے بیان کیا کہ یہ بدعت مکروہہ و شنیعہ ہے، اس لئے کہ متقدمین اہل طاعت میں سے جو کہ اسلام کے فقہاء اور مخلوق کے علماء اور زمانہ کے لئے چراغ ھدایت اور عالم کی زینت تھے کسی نے یہ فعل نہیں کیا۔

دوم یہ کہ اس میں جرم و ظلم شامل ہو جائے، ایک آدمی کوئی چیز دیتا ہے اور اس کا نفس اس چیز کے پیچھے لگا رہتا ہے، اور اس کا دل اس کو رنج و تکلیف پہنچاتا رہتا ہے، کیونکہ وہ ظلم کا درد محسوس کرتا رہتا ہے[1]، علماء فرماتے ھیں کہ " أخذ المال بالحياء كأخذه بالسيف[2] " (شرم دلا کر مال لینا ایسا ہی ہے جیسے تلوار کے زور سے لینا) اور بالخصوص اس وقت جب کہ

---

[1] اس اسلوب تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مولود کے نام پر چندہ وصول کیا کرتے تھے اور واقعہ بھی یہی ہے۔ کیونکہ اب تک اولیاء کے مزارات پر جو عرس اور مولود کی جو مجلیس ہوا کرتی ہیں اس کے لئے لوگ عام لوگوں سے چندہ وصول کرتے ہیں، تاکہ ولی اور بزرگ کی برکت اور شفاعت حاصل ہو جائے۔

[2] علماء کا یہ قول بھی ہے کہ " ما أخذ بوجه الحياء فهو حرام " (جو چیز شرم دلا کر لی جائے وہ حرام ہے)۔

اس میں لبریز اور پر شکم کے ساتھ نغمے اور طرب و مستی کے آلات اور بے ریش نوجوان لڑکوں اور فتنہ سامان عورتوں کے ساتھ مردوں کے اجتماع اور اختلاط کا بھی اضافہ ہو جائے اور جھک جھک کر اور مڑ مڑ کر رقص بھی ہوتا ہو اور لہو ولعب میں بالکل استغراق ہو، اور حساب وکتاب کے دن کو بالکل بھلا دیا گیا ہو اور اسی طرح عورتیں جب تنہا جمع ہوں اور خوب بلند آواز سے عالمِ طرب میں گا رہی ہوں، اور غیر مشروع طریقہ سے ذکر وتلاوت کر رہی ہوں اور ارشاد ربانی " اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ " (بے شک تیرا رب گھات میں ہے) سے غافل ہوں، تو یہ ایسی صورت ہے کہ جس کی حرمت میں کسی دو انسانوں کا بھی اختلاف نہیں اور جسے مہذب نوجوان بھی نہیں اچھا سمجھتے، بلکہ یہ انہی لوگوں کو لذیذ معلوم ہوتا ہے جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں، اور جو لوگ گناہوں سے نفرت نہیں رکھتے، مزید یہ بھی بتا دوں کہ یہ لوگ ان سب خرافات کو عبادت سمجھتے ہیں، منکر اور حرام نہیں سمجھتے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ " بدأ الإسلام غریبا وسیعود کما بدأ " (اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور بعد میں پھر ابتداء ہی کی طرح (اجنبی) ہو جائے گا)۔

امام ابو عمرو بن العلاء کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں کہ:
جب تک لوگ تعجب خیز بات پر تعجب کرتے رہیں گے تو خیر

پر رہیں گے۔ نیز یہ بھی ہے کہ، جس ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے، ٹھیک اسی مہینہ میں آپ کی وفات بھی ہوئی ہے اس لئے اس میں خوشی منانا غم منانے سے بہتر نہیں ہوسکتا، وہذا ما علینا اُن نقول ومن اللہ ترجو حسن القبول، انتہت رسالۃ تاج الدین الفاکہانی مسمی "المورد فی الکلام علی المولد"

زندگی کا عجوبہ ہے کہ سیوطی نے "الحاوی" میں اس رسالہ کا ذکر کیا ہے اور اسی سے ھم نے یہاں حرف بحرف نقل کیا ہے، اور انہوں نے اس کے جواب دینے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے، کیونکہ ان کا جواب بہت لچر ہے اس لئے کہ وہ حق کے ابطال کے لئے باطل کو لے کر بحث کررہے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

معزز قارئین! آپ سیوطی کے ان اشتباہات سے واقف ہوگئے، جن پر وہ اس گمان میں بہت خوش ہوتے ہیں کہ انہوں نے بدعت میلاد کی اصل شریعت میں ڈھونڈھ نکالی اور آپ اس سے بھی واقف ہوگئے، جو ھم نے ان کا جواب دیا ہے اور جو حق کے طالبین اور حق میں زندگی گزار دینے میں رغبت رکھنے والوں کے لئے راستہ روشن کرتا ہے، اس لئے سیوطی نے علامہ فاکہانی کا جو جواب دیا ہے اس سے عدم واقفیت

آپ کے لئے مضر نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے مذکورہ بالا شبہات کی معرفت سیوطی کے جواب کی معرفت سے بے نیاز کرتی ہے، کہ ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا ۔

اس کے بعد عرض ہے کہ اگر ہمارے اس رسالہ کے پڑھنے کے بعد بھی آپ کا ذہن صاف نہ ہو، اور بدعت مولود کے بدعتِ ضلالت ہونے میں شک اور تردد باقی رہے تو درج ذیل دعا کو کثرت کے ساتھ پڑھیں، اللہ تعالیٰ آپ کے شک و تردد کو دور فرما دیں گے اور آپ کے دل میں راہِ صواب ڈال دیں گے اور راہِ ہدایت کی راہنمائی فرمائیں گے۔ و هو على كل شئ قدير و بالإجابة جدير ۔ وہ دعا یہ ہے :-

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ، اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ"

ترجمہ :- اے اللہ ! جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کے رب ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ! غیب اور حضوری کے جاننے والے تو اپنے بندوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس چیز میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، جس میں اختلاف ہے اس میں تو مجھے اپنے حکم سے حق کی هدایت دے۔ بے شک تو جس کو چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔

۵۲۶